ISLAMIC
BP165.7
S26
1900z

McGill University Library
3 102 715 671 Q

MG1 .A5276i
INSTITUTE
OF
ISLAMIC
STUDIES
38869 ★
McGILL
UNIVERSITY

ibrary
Q

Amritsari, Sanā' Allah
Ijtihad-o-taqlid

افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوبھم اقفالھا

الحمد للہ والمنۃ کہ

رسالہ

اجتہاد و تقلید

جس میں دونوں مسئلوں (اجتہاد و تقلید)۔ نصاب اجتہاد۔ نصاب تفسیر۔ اجماع۔ ادلہ اربعہ اور اصول خمسہ کی معقول اور کافی تحقیق کی گئی ہے۔

معہ تصدیقات اشتہر علماء کرام

مُصنّفہ

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل)

مصنف تفسیر ثنائی وغیرہ

بفرمائش

خاکسار عطاء اللہ منیجر دفتر "اہلحدیث"

امرتسر پبلشر

برقی مطبع روز بازار ہال بازار امرتسر میں شیخ غلام یٰسین پرنٹر کے اہتمام سے چھپا

بار سوم

قیمت ۸ر

38669

ہفتہ وار اخبار

اہلحدیث

یہ اخبار کیا ہے؟ مجمع البحرین ہے۔ یعنی دین و دنیا کا مجموعہ ۱۸ × ۲۲ تقطیع کے ۱۶ بڑے صفحوں پر ہر جمعہ کے دن ہفتہ وار امرتسر سے شائع ہوتا ہے۔ جسمیں مضامین مذہبی۔ اخلاقی مسائل فتاوے اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات وغیرہ درج ہوتے ہیں۔ ایک دو صفحوں پر دنیا بھر کی چیدہ چیدہ خبریں بھی درج ہوتی ہیں۔ غرض یہ اخبار توحید و سنت کا حامی۔ شرک و بدعت کا دشمن۔ مخالفین کے سامنے ڈھال کا کام دینے والا۔ دنیا کی چیدہ چیدہ خبریں بتانے والا ہے۔ قیمت سالانہ پانچروپئے اص

المشتہر

منیجر اخبار "اہل حدیث" امرتسر

(پنجاب)

MG1
A5276i

أَنْتُمْ شُهَدَآءُ لِلّٰهِ ط

کہتی ہے ہمکو خلق خدا غائبانہ کیا۔

رسالہ ہٰذا پر

عُلمائے محقّقین کی تقریضات

(۱) جناب استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنّان صاحب محدث وزیرآبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علےٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد رسالہ "اجتہاد و تقلید" مصنفہ مولوی ثناء اللہ صاحب فاضل امرتسری ابتدا سے اخیر تک بغور سُنا۔ اس کے سب مضامین کو مدلل و منصور پایا۔ مجھے ان سب سے کلی اتفاق ہے۔ خدا تعالیٰ اور اُس کے رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے سوائے نہ تو کسی کا قول حجت ہے اور نہ کسی کی اطاعت واجب ؎

اصل دیں آمد کلام اللہ معظّم داشتن
پس حدیثِ مصطفےٰ برجاں مسلّم داشتن

للہ درّ المصنف

(۲) جناب مکرّم مولانا حافظ محمّد عبداللہ صاحب غازی پوری مرحوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ امّا بعد رسالہ اجتہاد و تقلید میں نے دیکھا۔ اپنے ہلی مضامین میں اچھا ہے مضمون کو شائستگی سے ادا کیا ہے۔ اما السہو والنسیان فقلما یخلو منہ الانسان۔ اجماع کے متعلق مجھ کچھ گذارش کرنی ہے جو حسب ذیل ہے:۔

میری نزدیک اُس اجماع کی حجت شرعی ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے اور ہو سکتا ہے۔ جو اجماع ایسے حکم پر ہوا ہو جس حکم کی کوئی سند کتاب یا سنت ثابتہ میں موجود ہو خواہ وہ سنت ثابتہ قولی ہو یا فعلی۔ یا تقریری اور خواہ صریحی ہو یا حکمی[1]۔ لیکن جس کے حکم کی کوئی سند نہ کتاب ہی ہو اور نہ سنت ثابتہ ہے۔ بلکہ اس کی بنا محض رواج عام پر ہو۔ خواہ وہ رواج عام کسی زمانہ کا ہو۔ اُسکا حجّت شرعی ہونا کسی آیت یا صحیح حدیث سے جانتے ہوں تو مہربانی فرما کر ضرور مطلع فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اُنکو اس کی جزاء خیر دے۔ مَیں تہ دل سے اُنکا شکر گذار ہونگا۔ اور اسپر پُورا غور کرونگا۔ اور غور کرنے کے بعد صحیح پاؤنگا تو ضرور اسکو قبول کرونگا۔ ورنہ صحیح عذر پیش کرونگا۔ انشاء اللہ واللہ علیٰ ما نقول وکیل *

(۳) جناب مولانا المعظم مولوی حافظ عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی مرحوم

رسالہ "اجتہاد و تقلید" مصنفہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری مَیں نے دیکھا۔ ماشاء اللہ یہ رسالہ اپنے باب میں پسند و کافی ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ شستگی کے ساتھ شائستگی بہت ہی طرز تحریر دلخراش نہیں ہے (کما ہو دیدن بعض اہل العلم فی ھذا الزمان) بلکہ کمال متانت سے مضمون ادا کیا۔ فھذا کتاب ینطق بالحق ومآذا

---

[1] مَیں بھی متفق ہوں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ حجۃ اللہ البالغہ جلد ا صفحہ ۱۲۰ (مصنّف)

بعد الحق الا الضلال فللہ درہ وعلی الناس برہ۔ باقی رہا سہو و نسیان اُس کی بابت حدیث میں وارد ہے نسی آدم فنسیت ذریتہ۔

(۴) جناب فضیلت مآب مولانا ابو عبد اللہ غلام حسن صاحب سیالکوٹی مرحوم

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اما بعد خاکسار نے رسالہ اجتہاد اور تقلید مؤلفہ مولوی ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری باوجود عدیم الفرصتی کے بالاستیعاب پڑھا۔ مسئلہ اجتہاد و تقلید میں باصواب پایا۔ اللہ تعالیٰ مؤلف صاحب کو اس عمل میں اخلاص اور اس کے پڑھنے والوں کو توفیق قبول عطا کرے۔ واللہ ولی التوفیق وھو نعم الرفیق للحق نعم ما قال الشیخ ابن القیم رحمہ اللہ ھذا لفظہ الشریف فلا تزول قدم العبد بین یدی اللہ حتی یسئل عن مسئلتین ماذا کنتم تعبدون وماذا اجبتم المرسلین جواب الاولی بتحقیق لا الٰہ الا اللہ معرفۃ واقرارا وعملاً وجواب الثانیۃ بتحقیق ان محمد رسول اللہ معرفۃ واقرارا وانقیادا وطاعۃ انتہی بقدر الضرورۃ واللہ اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم۔

(۵) جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی سحبان ہند سلمہ

رسالہ "اجتہاد و تقلید" مصنفہ فاضل زمان و علامہ دوران حضرت مولانا مولوی محمد ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری خاکسار ہیچمدان کے پاس بغرض تقریظ پہونچا۔ آیت اِنِّیْ اُلْقِیَ اِلَیَّ کِتَابٌ کَرِیْمٌ یاد آئی۔ خاکسار اس قابل ہرگز نہیں کہ ایسے معرکۃ الآرا مسائل میں اُس کی طرف رجوع کیا جائے یا ایسے فاضل مصنف کی تحقیق و تحریر کے بعد اس کے لئے کوئی گنجائش تسوید کی باقی رہجائے لیکن اس خیال سے کہ یہ ایک مذہبی امر ہے اور مذہب کا تعلق خدائے برحق سے ہے اور ہر شخص کو اُس کے عقائد و اعمال کی پرسش ہوگی اور خدا کی مقرر کردہ شریعت کی موافقت کی صورت میں نجات اور اُس کی خلاف ورزی کی حالت میں گرفت ہوگی۔ اپنے اس اعتقاد کا اظہار جو خدا کے سامنے پیش ہوگا اور مجھ لیے خداداد علم کے رُو سے اس ہی نجات کی امید ہے۔ بیجا معلوم نہیں ہوتا۔ لہذا یہ چند سطریں اپنے قصور علم اور قلت بضاعت کا اعتراف کرتی ہوئی ہدیۃً معروض ہیں اِنْ اصبتُ فمن اللہ وان اخطأت فمنی ومن

الشیطن - اللھم اعصمنی من الزلل واحفظنی من شر سوء الاعتقاد والعمل - بک
الثقۃ وعلیک التکلان -

فاضل مصنف نے اس رسالہ کو سات فصلوں میں منقسم کیاہے پہلی چار میں
علی الترتیب یہ امور بیان کئے ہیں -

(۱) مجتہد اور اجتہاد (۲) اجتہاد اور اُسکا طریق (۳) قیاس (۴) مجتہد کی تعریف
اور اُس کی شرائط

اخیر کی تین یعنی پانچویں سے ساتویں تک علی الترتیب یہ مضمون بیان کئے گئے ہیں :-

(۵) تقلید (۶) تفسیر اور حدیث (۷) ادلہ اربعہ اور اصول خمسہ -

پہلے خاکسار کی نظر میں بطور مقدمہ و مبادی ہیں اور آخری تین مقاصد و مسائل -
اسی لئے خاکسار نے ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے - اور چونکہ سب سے اعلیٰ مقصد
مسئلہ اجماع ہے جس کے حجت ہونے یا نہ ہونے کے ثبوت پر اس کتاب کی
قدر و منزلت موقوف ہے اور وہ ساتویں فصل میں اخیر پر ذکر کیا گیا ہے - اور تقلید
اور تفسیر کی بحث جو اس کتاب میں کی گئی ہے اس کے ضمن میں آسکتی ہے - لہذا ہم
صرف مسئلہ اجماع کے متعلق کچھ بیان کرینگے - اس کتاب میں مصنف علام نے زیادہ
تر علم اصول کی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں اور یہی مناسب بھی تھا اس لئے انہوں نے
اس میں ہمارے لئے بہت کم گنجائش رکھی ہے - لہذا مناسب ہی کہ ہم اس موضوع پر
علم اصول اور علم کلام کو ممزوج کرکے ایک نئے طریق پر قلم اٹھائیں تاکہ بحکم ؎

عباراتنا شتی وحسنک واحد
کلٌ الی ذاک الجمال یشیر

الگ وضع پر ناظرین کو خوش کام کریں - علم اصول اور علم کلام کا طرز بیان اور طریق استدلال
شرعیات و عقلیات ہر دو سے ممزوج ہونے کے سبب آپس میں بہت کچھ ملتا جلتا ہی
اسی لئے ان میں سے ایک فن میں پوری مہارت رکھنے والے علماء دوسرے فن میں بھی
ضرور ماہر ہوتے ہیں لہذا ہم نے اس اصولی بحث میں علم کلام کی دخل کو مناسب جانا -

ہم اس مقام پر اس امر کا اظہار بھی مناسب جانتے ہیں کہ دو مصنفوں کے مذاق طبع۔ طریق استدلال طرز بیان کا تفاوت و اختلاف مسلم ہے۔ بنابریں ضرور ہے کہ ہم کو اس رسالہ میں کہیں کسی جزئی کی نسبت۔ کہیں عبارت فہمی کے متعلق۔ کہیں کسی دلیل کے قطعی یا ظنی ہونے میں اور کہیں طریق استدلال میں مصنف علام سے موافقت نہو۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جس امر کو فاضل مصنف ثابت کرنا چاہتا ہے یا جسکی نفی کر دینے ہوتا ہے اسکی متعلق ہم کونسی جانب اختیار کر سکتے ہیں۔ بہرحال ہم اس رسالہ کی قدر کرتے ہیں اور مصنف علام کو دعائی خیر سے یاد کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں ایسے معرکۃ الآرا اور مزلۃ الاقدام مسئلہ پر روشنی ڈالنے کا موقع دیا۔ خداتعالیٰ اُنکی عمر و صحت میں برکت بخشے اور اُن کے سایۂ فیض کو مسلمانوں خصوصًا فرقہ اہلحدیث پر ممتد کرے رحم اللہ عبدا قال آمینا

ہم فاضل مصنف سلمہ اللہ کی مساعی جمیلہ کو اس نظر سے بھی مشکور جانتے ہیں کہ اس ملک ہندوستان میں **اہلحدیث** (کثر اللہ سوادھم) کے دور کو ایک قرن گذر گیا اور جیسا کہ مسلم ہے امتداد زمانہ کی وجہ سے خیالات میں انقلاب اور ہمتوں میں پستی ہو جاتی ہے اسیطرح **اہلحدیث** میں بھی وہ بلند ہمتی و حریت جو اُن کا مایۂ ناز تھی کم ہونے لگی اور تھوڑے ہی عرصہ کی متروک **تقلید** برنگ دیگر و طرز جدید ان میں بھی آنے لگی۔ تو ایسے وقت میں بیشتر اس کے کہ یہ **فرقہ حقہ** ضعیف ہو جائے اور اُس کے علمی آثار مٹ جائیں حضرت مولانا مصنف سلمہ اللہ کو یہ توفیق ملی کہ وہ فرقہ اہلحدیث کو خصوصًا اور عام مسلمانوں کو عمومًا اُن کا یہ مایۂ ناز شعر پھر یاد کرائیں ؎

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن　　پس حدیث مصطفےٰ بر جاں مسلم داشتن

اور اُنکا پرانا وِرد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پھر تازہ کرائیں کہ سارے دین کا خلاصہ یہی ہے۔

ہمنے نقشہ مندرجہ ذیل میں مسلمات علم اصول اور علم کلام کو لیا ہے اور اسکے متعلق علم اصول کی ان کتابوں کو سامنے رکھا ہے۔ اصول شاشی محشی۔ حسامی محشی۔ نور الانوار مع قمر الاقمار۔ توضیح و تلویح۔ اصول بزدوی مع شرح کاشف الاسرار۔ حصول المامول خلاصہ ارشاد الفحول۔ جمع الجوامع شرح آیات بینات۔

اور علم کلام کی ان کتابوں سے مدد لی ہے۔ شرح عقائد نسفی[1]۔ تکمیل الایمان[2] شرح فارسی عقائد نسفی از شیخ عبد الحق دہلوی۔ خیالی[3] علی شرح العقائد۔ حاشیہ کستلی علی شرح العقائد[4]۔ حاشیہ بہشتی[5] علی الخیالی حاشیہ[6] مولانا و فخرنا مولوی عبد الحکیم سیالکوٹی علی الخیالی حاشیہ[7]* علے حاشیۃ المولوی عبد الحکیم۔ تمہید[8] ابی الشکور سالمی۔ اقتصاد[9] فی الاعتقاد الغزالی۔ شرح مقاصد[10]۔ شرح مواقف[11] مع حواشی[12] مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی و ملا حسن[13] چلپی۔ کتاب المسامرہ[14] بشرح المسائرہ[15]۔ حاشیہ قاسم حنفی علے المسائرہ۔

شریعت و مذہب کا مقرر کرنا صرف خدا تعالیٰ خالق برحق علیم کل کا حق ہے

۱۔ مذہب کا تعلق خدا تعالیٰ ذو الجلال سے ہے۔

ب۔ مذہبی عقائد و اعمال کا حساب لینا صرف خدائے برحق کا حق ہے۔

ج۔ ان عقائد و اعمال کی جزا کا مالک بھی وہی ہے۔

۲۔ خدا تعالیٰ نے اپنی شریعت اپنے رسولوں کی معرفت مقرر کی ہے خدا تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے سوا کسی دوسرے کی زبان پر اپنی شریعت مقرر نہیں کی

رسول	امتی
ا۔ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں انکے لئے عصمت ضروری ہے	ا۔ پیغمبر برحق کے سوا کوئی بھی معصوم نہیں اور نہ انکے لئے عصمت شرط ہے
ب۔ خدا تعالیٰ نبی برحق کو خطا و لغزش پر مستمر نہیں رہنے دیتا۔	ب۔ غیر نبی تمام العمر خطا و غلطی پر مستمر رہ سکتا ہے۔
ج۔ پیغمبر برحق کا قول و فعل و تقریر حجت و سند ہے الا اس صورت کہ خدا تعالیٰ نے انکی لغزش ظاہر کر دی ہو۔	ج۔ غیر نبی کا قول و فعل و تقریر حجت و سند نہیں اور انکی خطا کی اصلاح خدا کی طرف سے ضروری نہیں
د۔ باقی سب لوگوں پر جنکو پیغمبر برحق کی دعوت پہنچے پیغمبر کی اتباع و اطاعت واجب ہے	د۔ پیغمبر برحق پر سوائے خدا کے کسی دوسرے کی اتباع و اطاعت واجب نہیں۔
ھ۔ یہ ایجاب خدا کی طرف سے ہے۔ کیونکہ یہ بھی شریعت میں داخل ہے۔	ھ۔ خدا تعالیٰ نے غیر نبی کی شرعی اتباع و اطاعت اپنے بندوں پر واجب نہیں کی جس کی اتباع منظور تھی اسکو نبی بنا دیا۔ باقیوں کو امتی و متبع رکھا۔
و۔ نبی کی اتباع و اطاعت میں امت کے سب افراد مساوی ہیں۔	و۔ کسی امتی کو نبی کے ساتھ تشریع کا منصب نہیں ہے۔
ز۔ پس شریعت الٰہی وہی ہے جو نبی برحق کی معرفت ظاہر ہو۔	ز۔ پس غیر نبی کا قول و فعل و تقریر حجت شرعی نہیں ہے۔

* بیاض فی الاصل (مصنف)

۲ - اجماع -

ا - اجماع سے مراد اجتماع آراء ہے -

ب - اگر ساری جہان کے عقلا باتفاق یک دیگر کسی امر پر اجماع کریں - خواہ وہ مستحسن ہو تو بھی پیغمبر برحق پر اُنکی اتباع و اطاعت واجب نہیں -

ج - خدا نے شریعت کو جمعیت آراء سے قائم نہیں کیا -

د - جس کی اتباع و اطاعت نبی پر واجب ہے - اُس کی تابعداری اتیوں پر بھی واجب ہو -

ھ - جسکی تابعداری نبی پر واجب نہیں اُسکی فرمانبرداری دوسروں پر بھی واجب نہیں -

و - اس نظریہ سے کہ اعمال کا حساب اور ثواب و عقاب صرف خدا سے تعلق رکھتا ہے - اعمال کا حسن و قبیح عقلی نہیں بلکہ شرعی ہے -

ز - خدا تعالیٰ نے کسی ایسے امر پر جو اس نے اپنے رسُولوں کی معرفت اپنے بندوں کے لئے نیک قرار نہیں دیا - ثواب کا وعدہ نہیں کیا - گو وہ امر اچھا ہو -

ح - اجماع جو اجتماع آرا کا نام ہو - کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ کو منسوخ نہیں کر سکتا - پس اتباع اجماع اپنی ذات میں واجبات شرعی میں سے نہیں -

ط - کسی امر کے حسن کا انتہا رائے سے معلوم نہیں ہو سکتا - اور نہ استحسان عقل سے وجوب شرعی ثابت ہو سکتا ہے -

ی - خدا تعالیٰ پر واجب نہیں کہ شریعت میں رعائت اصلح کرے -

ک - نبی کی موجودگی میں شریعت کے متعلق اجماع کا کچھ بھی اثر نہیں -

ل - نبی کے بعد اجماع یا تو نصوص پر مبنی ہوگا - یا قیاس صحیح پر ہوگا - بہر صورت نظر دلیل پر ہو نہ اجماع پر -

م - پس جو امر اجماع سے ثابت ہو - اُس کی نسبت یہ ضمانت نہیں دی سکتے - کہ یہ خدا کو بھی منظور ہے اور اگر منظور ہو تو ضروری نہیں تھا کہ اظہار شریعت کے وقت خدا تعالیٰ اس کو بندوں پر واجب کرتا -

ن - لہذا اتباع اجماع ان معنے سے کہ خدا نے اُس پر ثواب عقاب کا وعدہ کیا ہو واجب شرعی

نہیں۔ اِن سب مقدمات و مسلمات سے ہم اِس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں سے

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن۔

پس حدیثِ مصطفےٰ برجاں مسلّم داشتن

اور یہی کچھ ہمکو کلمہ طیبہ میں سکھایا گیا ہے لا الٰہ الا اللہ محمّد رسول اللہ۔ الوہیت صرف خدا کے لئے اور رسالت آخر الزمان پر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم، ممتاز ہیں باقی سب مطیع ہیں۔ مطاع کوئی نہیں۔

(۶) جناب مولانا شاہ محمد عین الحق صاحب مرحوم مدرس اعلیٰ مدرسہ احمدیہ آرہ

آپکا رسالہ "اجتہاد و تقلید" پہونچا۔ از ابتدا تا انتہا بغور دیکھا۔ سبحان اللہ ہر ایک مبحث پر جو اس رسالے میں مندرج ہے۔ نہائیت خوبی کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے اور بڑی خوبی یہ ہے کہ کہیں بھی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا گیا۔ بلکہ اعلےٰ طبقہ کے علماء اصول و تفسیر کے اقوال سنداً پیش کئے گئے ہیں۔ جن علماء کے اقوال پیش کئے گئے ہیں اور جن کتابوں کے حوالے سے نقل کئے گئے ہیں اُن علماء اور اُن کتب کا درجہ اہل سنت والجماعت میں جتنا بڑا ہے وہ کسی سے بھی مخفی نہیں۔ اس رسالہ کے مضامین کو مخالف سے مخالف بھی اگر غور اور ٹھنڈے دل سے دیکھے تو مساغ انکار اور مجال گریز نہ پائیگا۔ صرف ایک مسئلہ عاجز کی ناقص رائے میں نامکمل چھوڑ دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس رسالہ کی جان وہی مسئلہ تھا۔ مجتہد کے لئے ملکہ کاملہ[۱] ہونا چاہئے حجیت اجماع بلکہ وجود اجماع کے ناممکن ہونے پر جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ حرف بحرف صحیح ہے اصول تفسیر کا آپ نصاب تفسیر نام رکھتے ہیں وہ بھی خوب اچھی طرح پر واضح کیا گیا ہے۔

میرا ہمیشہ سے یہ خیال ہے کہ برعائت لغات و علوم عالیہ و آلیہ جو تفسیر کسی آیت

---

[۱] بے شک! کاملہ ہونا چاہئے مگر کاملہ کے معنے احاطہ جمیع اشیاء نہیں بلکہ بقدر الحاجت ہیں۔ (مصنف)

کی گیجاوے اور کسی اصول مسلمہ اہل اسلام و اہلسنت کے مخالف نہ ہو۔ وہ ضرور صحیح تفسیر ہو سکتی ہے۔ اگرچہ سلف صالحین میں سے کسی کی ذاتی رائے کے خلاف ہو یہ دعوے کتب تفسیر کے دیکھنے والوں کے لئے نظری نہیں ہے۔

آپ کا یہ کہنا بہت ہی درست ہے کہ کسی علم کی جزئیات میں اتنا اختلاف نہیں جتنا کہ تفسیر کی جزئیات میں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۷) جناب مولانا عبدالنور صاحب مدرس اوّل مدرسہ احمدیہ دربھنگہ

رسالہ "اجتہاد و تقلید" میں نے بغور دیکھا۔ جس موضوع پر آپ نے لکھا ہے اس پر اس کے قبل میری نظر سے دوسرا رسالہ نہیں گذرا۔ خوبیٔ بیان۔ سلاستِ عبارت۔ حسنِ ترتیب اور مضامین عالیہ کے اعتبار سے یہ رسالہ ایک لڑی ہی جس میں آپنے بکھرے ہوئے موتیوں کو پرو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکو جزائے خیر دے۔ اور اس کے ذریعہ سے قوم کو فائدہ حاصل کرنیکا موقع دے۔

(۸) جناب مولوی قاضی محمد عبدالرحیم صاحب کرنول علاقہ مدراس

ماشاءاللہ رسالہ اجتہاد و تقلید جس پسندیدہ طریق سے لکھا گیا ہے اغلب ہی کہ کسی نے نہ لکھا ہوگا۔ یقین ہے کہ مخالف و موافق جو اس کو پڑھیں گے ضرور اس سے فائدہ اٹھائینگے بشرطیکہ وہ سمجھ کر پڑھیں گے۔ یعنی تعصب کو چھوڑ کر۔ مجھ ناقص کے خیال میں رد تقلید میں بہت ساری رسالہ لکھی گئے ہیں مگر ایسا مدلل مختصر جامع مضمون کسی رسالہ میں نہ ملیگا۔ خدا کری کوئی پڑھنے والا اس رسالہ کے فیض سے محروم نہ رہے جو اس سے فائدہ پائی مولانا المعظم مولوی فاضل ثناءاللہ صاحب کی عمر و دولت دارین کی ترقی اور مدد غیبی کے لئے خدائی مجیب الدعوۃ سے دعا کری۔

(۹) جناب مولوی محمد حسین صاحب خلف الصدق مولانا حافظ محمد صاحب ساکن لکھوکے ضلع فیروزپور

اقول ان الکتاب المسمی باجتہاد و تقلید الفہ الشیخ الکبیر والعلامۃ النحریر وحید عصرہ و فرید دھرہ المخدوم المکرم المولوی ابوالوفاء ثناء اللہ ادامہ اللہ الرحمن ما دام الارض والسماء والملوان قد نظرت فیہ بامعان نظر من اولہ الی اخرہ فوجدتہ مدللا و مبرھنا بالآیات والاحادیث واقوال المشائخ المسلمۃ عند اھل السنۃ کالشوکانی والرازی وبحر العلوم والشاہ ولی اللہ وغیرھم رحمہم اللہ تعالی اجمعین قد اثبت بالدلائل البینۃ والبراھین الواضحۃ امکان الاجتہاد فی کل زمان لجمیع افراد الامۃ والاعیان لانہ فعل کسبی کالکتابۃ والخیاطۃ۔ لا وھبی کالنبوۃ والرسالۃ کما زعمہ العوام الجھلاء فی ھذا الزمان ان باب الاجتہاد مقفول بعد الائمۃ الاربعۃ رحمہم اللہ تعالی فلا مجتھد بعدھم کما لا نبی بعدہ وابطل التقلید عن جمیع الناس فی کل مکان وجمیع الاحیان باوضح طرق البیان فجعلہ کالفرث فضا وکان لم یکن شیئا مذکورا وذبح عنقائہ الفرضی بسکین الدلائل والاسانید وفصد حبلہ الورید بمفصد الاحادیث والقرآن المجید کیف لا وان التقلید بنفسہ لا یثبت الا بالدلیل ھو ترک التقلید فینتج ان التقلید لا یثبت الا بترک التقلید نعاذنا اللہ من امر لا یثبت بالکتاب المجید ؂

(۱۰) جناب مکرم مولوی عبد السلام صاحب سابق مدرس دار العلوم ندوہ لکھنؤ حال شریک دار المصنفین اعظم گڈھ

"اجتہاد و تقلید" ایک رسالہ ہے جسکو ہمارے مخدوم مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب نے ایک نہایت دلچسپ و اچھوتے موضوع پر لکھا ہے۔ ہندوستان میں تقلید و عدم تقلید کے متعلق جو ذخیرہ لٹریچر کا تیار ہو گیا ہے اُس میں فریقین نے مخالف کی تردید میں اس قدر اجتہاد اور قوت فکر سے کام لیا ہی کہ اُنکو اچھا خاصہ مجتہد کہا جا سکتا ہے۔ تاہم وہ لوگ اپنے آپ کو مقلد کہتے ہیں اور صرف خاکسارانہ نہیں کہتے۔ بلکہ منصب اجتہاد کو صرف چند نفوس قدسیہ تک محدود رکھتے ہیں۔ اس بنا پر سوال یہ ہی کہ کیا درحقیقت مطلق چند افراد میں محدود ہو سکتا ہی؟ کیا اجتہاد مذہبی چیز ہے؟ اگر ہے تو خدا کی فیاضیوں کا مینہ صرف چند افراد کے سر پر

کیوں برسا؟ نبوّت وہبی تھی لیکن بکثرت انبیاء پیدا ہوئے۔ کیا اجتہاد نبوّت سے بھی گراں ہے؟ مولانائے موصوف نے انہی سوالات کا جواب نہائیت تحقیق اور منطقیانہ ترتیب کے ساتھ دیا ہے۔ شعر کی ایک خوبی یہ ہے کہ قافیہ تک پہونچنے سے پہلے قافیہ کا علم ہو جائے۔ مولانا کی کتاب میں یہ خوبی موجود ہے۔ اوّل دہلہ میں ثابت ہوتا ہے کہ مقدمات کی جو ترتیب اُنہوں نے قائم کی ہے اُسکا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ اجتہاد ایک کسبی چیز ہے اور ہر شخص مجتہد ہو سکتا ہے اور درحقیقت فطری استعداد کے لحاظ سے ہر شخص مجتہد ہے لیکن ہم کو اِس میں شبہ ہے کسی نے نور الانوار کو اِس غرض سے پڑھا ہوگا۔ کہ اُس کے ذریعہ سے استنباط مسائل کیا جائے۔ غالبًا یہ تقلید ہی کا اثر ہوگا جو نصاب تعلیم پر پڑا ہے۔ اگر اِس رسالہ کے اثر سے اہلحدیث کے مدارس میں اصول فقہ کا موجودہ طرز درس بدل دیا جائے تو یہ قوّت دوبارہ عود کر سکتی ہے۔

یہ رسالہ دلخراش الفاظ سے اِس قدر مبرّا ہے کہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ ایک منطق کی کتاب ہے جس میں صرف اُن استدلالات سے کام لیا ہے۔ جنکا رُوئے سخن کسی مخالف کیطرف نہیں۔ طرز تحریر اِس قدر صاف ہے کہ عامی یعنی مقلد بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

(۱۱) جناب مولوی عبدالعزیز صاحب خلف الصدق مولانا غلام رسول صاحب مرحوم ساکن قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ پنجاب

مکرمی مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپکا رسالہ مرسلہ پہونچا۔ جو کچھ آپنے اجتہاد وغیرہ کی نسبت اس میں لکھا ہے تمام صحیح ہے۔ میں اس سے متفق ہوں۔ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں۔

(۱۲) جناب مولانا عبدالجبار صاحب عمر پوری مقیم دہلی مرحوم

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کی طرف سے جو رسالہ بعنوان ”اجتہاد و تقلید“ شائع ہوا ہے وہ بہت کچھ قابل قدر ہے۔ کیونکہ خلاصہ ولب لباب اور باوجود مختصر ہونے کے جامع وحاوی ہے۔ جو دوا کہ مقدار میں تھوڑی اور فائدہ میں زیادہ ہوتی ہے۔ وہ

بہت قیمتی قرار دی جاتی ہے۔ اگر انصاف و خدا ترسی منظور نظر ہو تو تحریر مذکور رفع نزاع کے لئے کافی سمجھی جائے۔

مولانا ممدوح نے قیاس کے متعلق عمدہ تحقیق فرمائی۔ قیاس کی تعریف یعنی قرآن و حدیث میں جو امر مذکور ہو اُسپر اس امر کا اندازہ کرنا جو مذکور نہیں صحیح و درست ہے۔ لیکن بنظر احتیاط اس قدر کہا جاتا ہے کہ قرآن و حدیث میں مذکور نہ ہونے سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اُس امر کا دونوں میں وجود نہیں پایا جاتا ہے اور قیاس کے ذریعہ سے اُسکو لباس وجود پہنایا جاتا ہے اس لئے کہ کتاب و سنت بہمہ وجوہ کامل و مکمل اور تمام حلال و حرام اور فرائض و واجبات کی جامع ہے قال تعالیٰ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ۔ قیاس میں یہ تاب و طاقت کہاں کہ جو امر کتاب و سنت میں موجود نہ ہو اُس کو موجود کردے اس لئے کہ وہ حکم کا مظہر ہوتا ہے یعنی جو امر کتاب سنت میں پوشیدہ ہے اُسکو ظاہر کرتا ہے۔

(۱۳) جناب مولوی ابو نعیم محمد عبد العظیم صاحب حیدر آباد دکن

ہماری فاضل بزرگ عالیجناب مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کا رسالہ "اجتہاد و تقلید" ابتدا سے انتہا تک مَیں نے دیکھا۔ از روئے کتب اصول و دلائل و نصوص شرعیہ جو کچھ تقلید کی تردید کی گئی ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے۔ جس ترتیب سے مولانا ممدوح نے بحث شروع فرمائی اور اجتہاد کی حقیقت کو نہائت وضاحت سے بیان فرمایا ہے ایک نادر اور نایاب طریق پر مبنی ہے۔ خداوند کریم اسی رسالہ کے ملاحظہ سے عوام کو کتاب و سنت پر عمل کرنے کی توفیق اور مصنف کو اجر عظیم عطا فرمادے اور مصنف کی دینی خدمات میں روز افزوں ترقی دے۔

(۱۴) جناب مولوی محمد ابوالارشاد صاحب دبکا ضلع پیلی بھیت

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ یہ رسالہ ہدایت مقالہ مسمیٰ "اجتہاد و تقلید" تمام کو پہونچا جسکا نظیر و سہیم اس جامعیت اجتہاد و تقلید میں اس طور خاص کے ساتھ

نہیں دیکھا گیا۔ جس کو جناب مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب دمولوی فاضل) امرتسری نے بکمال محنت وجانفشانی تالیف فرمایا اور فوائد اس کے بڑی بڑی کتابوں سے حاصل کر کے اس میں لکھے اور ایک کامل مجموعہ اجتہاد وتقلید کے مسئلہ میں بنا کر ہدیہ ناظرین کیا کہ اب بڑی بڑی کتابوں کے دیکھنے کی حاجت ہی نہ رہے۔

(۱۵) جناب مکرم مولوی مولا بخش خانصاحب بہاری۔

وبعد فهذه الرسالة المسماة بالاجتهاد والتقليد محتوية على قوانين النجاة والنجاح ومنطوية على قواعد الصلاح والفلاح - الحق انها وقاية من الجهل والغواية و مئنة للفضل والهداية وهى كتاب اى كتاب يمحو الباطل ويدمغه ويحق الحق ويثبته فصار به الحق حقا والباطل باطلا يشتمل على ما ثبت بالسنة السنية وينطوى على ما يمحو بدعة تقليد الآراء الشنيعة يقضى بالحق والصواب و يلوح من جباه سطوره انوار فصل الخطاب وفيه استدلالات صادقة ما حام حولها الاولون ولا عرفها منهم الناظرون ولا دارت فى بصائر المستبصرين ولا جالت فى افكار المنكرين -

كيف لا وقد جمعه ذروة المجد[1] الشامخ سنام الفضل الباذخ روح هيا كل الفضائل افضل من حرر والف وافاد واشر فمن جمع فى علوم السنة واجاد -
قد رد العلامة البارع الجامع هذا الكتاب على ما شاع وذاع من استعظام الناس للاجتهاد واستبعادهم له حتى صار كالمستحيل فيما بينهم واشتد منهم النكير على من يدعى الاجتهاد من علماء هم قائلين انه قد تعذر ذلك من بعد الائمة الاربعة وتعسر وضاق مجال الاجتهاد ولم يبق فيه لمن بعدهم سعة و اطالوا ذلك بما لا طائل تحته دهجروا واسعا وقصروا فضل الله ومنعوه تحكما وقد علمت مما ساقه العلامة الحكم بسهولة الاجتهاد فى هذه الاعصار وانها سهل منه فى الاعصار الخالية لمن له فى الدين همة عالية ورزقه الله فهما

[1] مولانا انا لست بمتفق على هذا البيان (مصنف)

صافیا وفکرا صحیحا ونباھۃ فی علمی السنۃ والکتاب وللہ در العلامۃ الاوحد ما ادق نظرہ واوسع علمہ واحکم ذکرہ حیث اثبت لھم تیسیر الاجتہاد من کتبھم وھی عندھم فصل الخطاب فالعجب کل العجب ممن یقول بتعذر الاجتہاد وتعسرہ فی ھذہ الاعصار وانہ محال ما ھذا الا منع ما بسطہ اللہ من فضلہ لفحول الرجال وما ھذا واللہ الا من کفران النعمۃ وجحودھا کانت الاحادیث فی الاعصار الخالیۃ متفرقۃ فی صدور الرجال وعلوم اللغۃ فی افواہ سکان البوادی ورؤس الجبال حتی جمعت متفرقاتھا ونفقت ممزقاتھا حتی لا یحتاج طالب العلم فی ھذہ الاعصار الی الاسفار البعیدۃ والی شد الرحال والظعن فیا عجبا حین تفضل اللہ بجمعھا یقول بتعذر الاجتہاد وتعسر الاستنباط فقط

(۱۶) جناب مکرم مولوی عبدالوہاب صاحب دہلی صدر بازار

عاجز نے بحمد اللہ رسالہ "اجتہاد و تقلید" کو فصل پنجم تک (بوجہ عدم فرصت) ملاحظہ کیا۔ واقعی اپنے باب میں بے نظیر ہے جزی اللہ تعالیٰ مؤلفہ عنا وعن جمیع المسلمین خیرا وشکر اللہ سعیہ وکان سعیہ مشکورا ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ۔

اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مقلدین صاحبان کو اس سے فیضیاب کرے کہ یہ وہی اصول فقہ ہے جس کے نہ ماننے سے غیر مقلدی کا لقب عطا کیا جاتا تھا۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

(۱۷) جناب مولوی ابو یوسف محمد عبدالمنان صاحب غازیپوری مرحوم

میں نے رسالہ "اجتہاد و تقلید" کو اوّل سے آخر تک دیکھا۔ میں بلا تأمل کہہ سکتا ہوں کہ میری دانست میں مصنف سلمہٗ نے اصل موضوع رسالہ کے بیان میں پوری کامیابی حاصل کی ہے یعنی مصنف سلمہٗ نے اس امر کے بارے میں کہ منصب اجتہاد وہبی ہے یا کسبی اور نصاب اجتہاد کیا ہے جو کچھ بحوالہ کتب اصول تحریر فرمایا ہے وہ بہت صحیح ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء

(۱۸) جناب مکرم مولوی ابو سلیم عبدالرحیم صاحب جبلپوری از ناگپور

رسالہ "اجتہاد و تقلید" صادر ہوا باوجود قلت فرصت و کثرت غصص انواع اشتغالی و عدم فراغبالی سرسری طور پر ملاحظہ کیا۔ عجالہ نافعہ علالہ رائقہ اپنے باب میں بے مثل و مثال جامع جملہ ابواب اقوال علماء اصول خیالی و کمالی اجمع ما فی الباب خطیب فی المحراب ہے۔ تعریف اجتہاد و قیاس و تقلید وغیرہ وغیرہ میں علماء اصول رضی اللہ عنہم سے رجو بالغ مبلغ تحقیق و تقوی تھے) انفرادلہ کیا ہے۔ بایں تشریح و تصریح کامل اگر ہم نہ سمجھیں تو ہمارے فہم کا قصور ہے۔ نہ علماء سابقین و لاحقین کے علم و فضل کا فتور۔ ائمہ اصول رضی اللہ عنہم تابع دلیل و تارک قال و قیل تھے۔ اصول و فروع اسلام کو براہین صحیحہ پر منطبق کیا۔ انکا طریقہ ادق اور نظر اغوض تھی۔ ان کے اصول پر نظر تعمق ڈالی جائے اور امکان فکر سے غور کیا جائے تو انکا مسلک عین اتباع قرآن و حدیث ہی۔ اس رسالے میں جن علماء اکابر و صلحاء و ائمہ سلف کے اقوال جمع کئے ہیں کھلی حجتیں۔ واضح دلیلیں قطعی سندیں ہیں۔ میں نہائیت خوش ہوا کہ آپ نے اس رسالہ کی تصنیف میں طریقہ سلف صالح کا اختیار فرمایا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(۱۹) جناب مولوی محمد منیر خانصاحب مرزاپوری از بنارس

رسالہ کا طرز تحریر اور عنوان بیان اپنے تعریف کئے جانے کا محتاج نہیں۔ مگر طرز استدلال حد سے زیادہ موزون اور طبیعت کو پھڑکانے والا ہے۔ ماہرین فن کو اکسیر کا حکم دینے والا ہے۔ ماشاء اللہ ہر فصل اس کی مبرہن اور علم اصول سے مالامال۔ مؤلف کے تبحر کی شاہد ہی۔ بلاشک باوجود انضباط اصول فقہ اور قواعد اجتہاد مثل اور علوم آلیہ کے اس سے کام نہ لینا بیکار کرنا اور اسکا اشتغال تضیع اوقات ہے۔ محدثین کا زرین اصول الموقوف لیس بحجۃ صاف شاہد عدل ہی کہ امت میں فرد اتم کی بھی تقلید نازیبا اور ناروا ہے۔ اور بعض ابنائے زمان کا قبول روایت حدیث کو تقلید کہنا معنے تقلید سے ناواقفی ہے اس لیئے کہ قبول روائیت حدیث قبول قول معصوم عین دلیل ہے اور تقلید قبول قول غیر معصوم محتاج دلیل ہے واین ہذا بذالک؟

پس جب تقلید شرعاً بے اصل اور لغو ہے تو باب تفاسیر میں بھی کسی کے قول کی اتباع لازم نہیں ہوگی۔ بلکہ حسب مراعات قواعد منضبطہ فی اصول التفسیر تفسیر کرنیکا مجاز ہوگا اور یہی روش سلف اور خلف دونوں کی ہے۔ چنانچہ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس کو کوثر کے معنے نہر کے سُنائے۔ تو آپ نے صاف کہدیا کہ منجملہ خیر کثیر وہ بھی ہے کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے خصوص سبب کا نہیں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں لکھا ہے " بالجملہ اقاویل و تاویل ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ در کوثر بسیار است ہر کس بنور باطن چیزے دیدہ اما علم خلق بکنہ کوثر نرسد و جمیع اقاویل و تفاصیل در جنب ایں اجمال حرفیست از دفترے و قطرہ ایست از نہرے" نواب صدیق الحسن خانصاحب نے بہ تحت آیت کریمہ کَانَ الْإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا متعدد مقاموں پر اختلافاتِ تفاسیر بیان کرتے ہوئے لکھدیا ہے کہ حمل آیت کا عموم پر کریں۔ آیت اِن سب معنے کو شامل ہے۔ ان مثالوں سے صراحتاً ثابت ہے کہ تفسیر کسی لفظ اور آیت کی محصور بہ تفسیر سلف نہیں ہے بلکہ وہ معنے بھی ایک معنے عام کی تفصیل اور تمثیل ہے۔ ممکن ہے کہ اُس کے اور بھی افراد اور اجزا نکلیں یہی وجہ ہے کہ قرناً بعد قرنٍ ایک مفسر دوسرے کے خلاف اور موافق تفسیر کرتا رہا ہے۔ ہاں اندراج افراد بہ تحت عام کا لحاظ ضرور ہوگا۔ اجماع کے امکان اور وقوع سے قطع نظر کرکے یہ بات قابل غور ضرور ہے کہ استقرار حقیقت اجماع بوجہ اختلاف آراء کس قدر دشوار اور مشکل ہے چنانچہ بعض نے صرف اجماع صحابہ اور بعض صرف اجماع عترت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض صرف اجماع اہل مدینہ جیسا کہ مذہب امام مالک رحمہ اللہ کا ہے اور بعض نے انقراض عصر کو بھی شرط گردانا ہے لہذا وجود و عدم دونوں اجماع کا یکساں ہو معہذا کوئی فریق بھی انکار اجماع سے خالی نہ ہوگا۔ کما لا یخفٰی علےٰ من لہ ادنیٰ تدبر اور نیز جب اجماع کے لئے داعی کا ہونا ضروری ہی اور داعی خواہ از قسم کتاب ہو یا حدیث اور قیاس ہو تو ہمارے عمل درآمد کرنے کے لئے صرف یہ دلائل کافی ہیں اور اجماع خیالی یا فرضی مفہوم

کی ہمکو حاجت کیا۔ اور میرے اِن بیانات سے اصول خمسہ کی حقیقت بھی ہباءً منثوراً ہے۔

(۲۰) جناب مولوی عبدالمجید صاحب (ملّا فاضل) بنارسی

جناب مولانا! مجھے مجبور کرتی ہے وہ اخلاقی جرأت جو بارگاہ ربّانی سے ہر انسان کو عطا ہوئی ہے کہ میں آپ کے اِس تو تالیف رسالہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کروں۔

جنابِ والا! میں نے رسالہ مرسلہ کا مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ۔ طرزِ ادا نہایت ہی دلکش۔ طریقہ تفصیل بلا کا دلفریب ہے۔ میں آپکا ممنون ہوں کہ آپ نے اِس مفید رسالہ کو اِس شرمناک غلطی سے بالکل ہی صاف رکھا ہے جو آجکل دل آزار الفاظ کے استعمال سے فن تالیف و تصنیف میں پیدا ہو گئی ہے۔

مَیں نہیں سمجھتا کہ علماء اصول کا نصاب اجتہاد مقرر فرمانا۔ علماء متاخرین کا اُسے طلباء کے تعلیمی کورس میں داخل کرنا۔ علم اصول فقہ کی غائت مطلوبہ تحصیل فقاہت و استعلام طرق استنباط احکام شرعیہ بتانا۔ اور اُس میں قاعدہ استنباط کی تعلیم کرنا اور مختلف مقامات پر حُریّت و آزادی کے پُرجوش واقعات کا ذکر کرنا اور پھر اُس علم کو معطل چھوڑ دینے کی تاکید کرنا۔ اور درِ نبوّت (جو ایک وصفِ وہبی ہے) کی طرح درِ اجتہاد (جو ایک وصف کسبی ہے) کو بھی مسدود کہنا کیا مفہوم رکھتا ہے ؎

اندرونِ قعرِ دریا تختہ بندم کردۂ + باز میگوئی کہ داماں ترمکن ہوشیار باش

(۲۱) جناب مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم مرادآبادی

واللہ جسوقت مَیں نے رسالہ والا کو انصافاً بنظر غور دیکھا بیحد خوش ہُوا۔ فی الواقع جیسی کہ آپنے تحقیق بابت مسئلہ مجتہد و اجتہاد کی تعریف و شرائط و شناخت اور تقلید و قیاس وغیرہ کے متعلق اِس بحث کو کتب اصول فقہ مسلمہ اور اقوال اکابر علماء محققین احناف سے ثابت کیا ہے اور جو کچھ بھی اِس میں لکھا ہے آجتک ایسے مختصر طرز پر اِس بحث میں کوئی رسالہ مَیں نے نہیں دیکھا ہے۔ آپ نے وہ کام کیا ہے کہ گویا دریا کو ایک کوزہ میں بھر دیا ہے اور ایک مدّت دراز کے اُلجھے ہوئے مسئلہ کو بخوبی سُلجھا دیا ہے۔ اور مثل آفتاب کی روشنی کے منور کر کے دکھلا دیا ہے اور اہل انصاف کے نزدیک اِس مسئلہ کی بحث کو خاتمہ

بر ہو نچا دیا ہی - غالباً ہر خاص و عام کو جو اس رسالہ کو دیکھیگا بیحد مفید ہو گا انشاءاللہ
اب کوئی مخالف اہل علم اس کے خلاف پر قلم نہ اٹھائیگا[1] - جزاک اللہ تعالیٰ فی الدارین خیرا -

(۲۲) جناب مولوی حکیم ہدایت العلی صاحب مقیم مراد آباد

مَیں نے رسالہ مرسلہ والا کو بہ نظر غور دیکھا - فی الواقع جیسے آپنے تحقیق بابت مسئلہ اجتہاد و قیاس و تقلید کے فقہ و اصول فقہ سے تحقیق فرمائی ہو قابل تحسین ہی - مَیں یقین کرتا ہوں کہ علما محققین و واقفانِ علوم ربانی ضرور اس رسالہ کو کحل البصر تصور فرما دینگے -

(۲۳) جناب مولوی حکیم عبد المجید صاحب مدرس مدرسہ اہلحدیث بنارس

مَیں نے رسالہ اجتہاد و تقلید کو من اولہ الی آخرہ - دیکھا - واقعی مصنف نے یہ رسالہ سلف صالحین کے طرز پر تصنیف کیا ہے - اجتہاد و تقلید کے معنے کی تحقیق اس طریقہ سے کی ہے کہ ہر شخص کے ذہن نشین ہو جائے اور اصول فقہ کی ضخیم کتابوں کے دیکھنے سے مستغنی کر دی - ایسا مختصر اور جامع رسالہ اجتہاد و تقلید و تفسیر و ادلہ اربعہ و اصول خمسہ کی تحقیق میں ابتک دیکھا نہیں گیا - قوی امید ہے کہ طالب حق کے لئے یہ رسالہ کافی وافی ہوگا - اور سرگشتگانِ بادیۂ ضلالت کے حق میں رہبر کامل کا فائدہ بخشیگا ایسے نایاب گوہر کے قدر دان کچھ وہی لوگ ہیں جو بحرِ اجتہاد میں غوطہ لگا کر اپنی تحقیق کے دامن کو آلائش تقلید سے پاک کر چکے ہوں - مصنف کی اس جانفشانی اور احقاق حق کی داد دینے والے وہی لوگ ہیں جو تقلید کی ظلمت سے نکلکر اجتہاد کی روشنی میں آگئے ہوں - علم تفسیر کی حقیقت و ماہیت و رموز سے وہی لوگ واقف ہیں جو عربی زبان کے اسرار بتانے والے علوم (صرف - نحو - ادب - لغت وغیرہ) سے مذاق رکھتے ہوں - ورنہ تفسیر بالرائے تو محققین کے نزدیک قالب بے روح سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی - کما لا یخفیٰ علی من لہ ادنیٰ بصیرۃ فی مثل ھذہ الامور - ادلہ اربعہ و اصول خمسہ کے قائلین کا صراط مستقیم سے برطرف ہونا بدیہی ہی - علم و عمل کیلئے کتاب و سنت کافی ہی باقی زائد - والزوائد اولیٰ بالحذف -

(۲۴) جناب مولوی عبد اللطیف صاحب ظریف مقیم سہاگپور ضلع ہوشنگ آباد

[1] لہ آجتک اور بھی بیسیوں مشکوک ثابت ہے - آئندہ دیدہ باید (مصنف)

مولانا مخدومنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ آپکا رسالہ اجتہاد و تقلید شرف ورود لایا۔ اسکو دیکھکر جی خوش ہوا۔ جزاک اللہ۔ نہایت ہی اچھا لکھا ہے۔ اس سے زیادہ اور کوئی کیا لکھیگا۔

(۲۵) جناب مولانا عبد الرحیم (رحیم بخش) صاحب مقیم کلکتہ مرحوم

کاتب الحروف عفی عنہ نے رسالہ تحقیق بنیاد اجتہاد و التقلید مصنفہ عالم اجل و فاضل بے بدل جناب مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری تقبل اللہ سعیہم کو اوّل سے آخر تک بامعان نظر دیکھا۔ حضرات ناظرین! واقعی فاضل ممدوح نے رسالہ تحقیق الحق الحقیق ہذا میں مسئلہ اجتہاد اور تقلید کا جو ملک ہندوستان و عربستان وغیرہما کی کل قریات و امصار میں لیل و نہار ایک مدت مدید و عرصہ بعید سے منجھ رہا تھا اُس کا قطعی فیصلہ موافق اصلاح اصولیین فقہ حضرات مقلدین کی کر دیا۔ جزاہم اللہ جزاء خیرا۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ہے۔ الحاصل ایسی قطعی فیصلہ کے قبول و منظور کرنے مین بجز متعصب متصلب ہٹ دہرم ضدی شخص کے کسی مقلد کو بھی کوئی عذر باقی نہیں۔ اور علماء اہلحدیث کو بعد تصنیف رسالہ ہذا مسئلہ اجتہاد و تقلید کی فیصلہ میں بحکم حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم لا ہجرۃ بعد الفتح کی کسی کتاب اور رسالہ کی تصنیف و تالیف کرنے کی کوئی ضرورت اور حاجت نہیں رہی۔

(۲۶) جناب مولوی حکیم محمد مسلم خانصاحب داناپوری ضلع پٹنہ مرحوم

امابعد رسالہ اجتہاد و تقلید مؤلفہ مولانا بالفضل اولانا جناب مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری (مولوی فاضل) مروجہ تقلید شخصی کی قلع قمع میں یکتا و بے نظیر ہے۔ درباب تقلید شخصی مَیں نے بکثرت رسالے دیکھے مگر بغیر مبالغہ و حسن ظنی حقیقت و نفس الامر میں یہ بات ہے کہ اس رسالہ میں چند ایسے تازی خیالات دیکھنے میں آئے۔ جو ہرگز اسکے ماسوا میں نہیں۔ یہ رسالہ کیا ہے۔ مولوی فاضل موصوف نے اصولی ریل کی سڑک پر انصاف کی گاڑیاں ٹھیک ٹھیک وقت پر چلائی ہیں۔ جو اس سے پوری پوری موافقت کریگا۔ وہ یقینی تمام آفتوں سے بچکر اپنے منزل مقصود کو پہونچ جائیگا۔ اور جو اس کی مخالفت کریگا یا اس میں کچھ بھی تساہل و تغافل کریگا وہ یقینی اپنے مقاصد دینی و دنیاوی میں ناکام ہوگا۔ یعنی

اصل غرض اس رسالہ سے اتباع خداوند پاک و اتباع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے جو اصلی راہ نجات و راہ جنت ہے۔

(۲۷) جناب فضیلت مآب مولوی عبد السّلام صاحب مبارکپوری ضلع اعظمگڈھ (مرحوم)

اس رسالہ کے مقاصد نہائیت مفید اور کار آمد ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) اجتہاد کسبی چیز ہے یا وہبی (اسکا فیصلہ)

(۲) نصاب اجتہاد کیا ہے اور آدمی مجتہد کیونکر بن سکتا ہے۔

(۳) اب مجتہدین موجود ہیں یا ہو سکتے ہیں اسکا ثبوت کتب معتبرہ مسلمہ سے۔

(۴) تقلید کے معنے کتب مسلمہ اہل اسلام سے۔

(۵) تقلید شخصی پائی جاتی ہے یا نہیں۔

(۶) جنکو تقلید سے چارہ نہیں جیسے عامی لوگ وہ کیونکر تقلید کریں۔ یا کہ زمانہ رسالت کے بعد صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے بعد جبتک اس مروجہ تقلید کا رواج نہ تھا عامی لوگ کیونکر تقلید کرتے تھے اور مسائل کو دریافت کرنیکا انیں کس طرح رواج تھا؟

(۷) اجماع پر بحث۔

(۸) قیاس کی حجیت و عدم حجیت پر بحث۔

(۹) تفسیر بالرائے پر بحث اور اُس کے معنے۔

(۱۰) اب کتب اصول محض بطور کتب تاریخ کے پڑھی پڑھائی جاتی ہیں جو پڑھنے والے اور خود اس فن کے خلاف مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر دے کہ ان مقاصد پر اپنی رائے و قیاس سے نہیں بلکہ کتب معتبرہ مسلمہ اہل اصول سے روشنی ڈالی ہے۔ اگرچہ بعض مقامات سے اس کمترین کو سردست اتفاق نہیں وہ غور طلب ہیں تاہم یہ کتاب بڑی مفید ہے۔

(۲۸) جناب مولوی شاہ عبد الوہاب صاحب خلف شاہ ابراہیم صاحب ازکرنول (مدراس)

اس رسالہ کو ساتھ غور و تامل کے نظر کرنے سے صاف ظاہر ہے۔ بہت ہی عمدہ طرق

اسباب میں بیان ہوئی ہیں اجتہاد و تقلید کی توضیح بخوبی ہوئی ہے جس کے ملاحظہ سے جو ذرا بھر بھی فطانت و ذکاوت رکھتا ہو اجتہاد و تقلید کی بنا و حقیقت سے حتی الامکان واقف ہوگا بشرطیکہ تعصب کے پردوں کو اعین باطنیہ سے دور کرے چشم انصاف سے کام لے طلب مرضات رب العزت مدنظر رہے - این نایاب تقریر سے مستفیض ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ هذا مذهبی مذهب الناقدین المحققین فسبح باسم ربك العظیم -

(۳۰) جناب مولوی محمد منیر الدین احمد صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ نرائن پور ضلع مالدہ (علاقہ بنگال)

میں نے رسالہ اجتہاد و تقلید بغور دیکھا - ماشاء اللہ اس کو اپنے باب میں نیا پایا مصنف نے اجتہاد کے متعلق و نیز دیگر مسائل کی بابت نہائت خوبی سے خاصکر کتب اصول سے نہائت مدلل ثابت کیا ہے خدا اسکو جزائے خیر دے اور ہمیشہ غالب رکھے -

علماء بنگال[1]

ہم نے رسالہ "اجتہاد و تقلید" تمام مدلل و معقول اور صحیح پایا - جزی اللہ المصنف خیر الجزاء -

(۳۱) (مولوی) محمد اسحاق از سنکرپور ضلع مرشد آباد (۳۲) (مولوی) علی حسن گیلانوی بہاری ثم ہوپوری (۳۳) (مولوی) ابو الحسن محمد عباس علی دفتر اخبار محمدی - کلکتہ - (۳۴) (مولوی) ابو الخیر لعل محمد موضع ادیت نگر - مرشد آباد - (۳۵) (مولوی) محمد عبد الرؤف مقام عبد اللہ پور ضلع ڈھاکا (۳۶) (مولوی) ابو الحسنات محمد امام الدین مدرسہ دوم باڑا ضلع ڈھاکا (۳۷) (مولوی) محمد ظل الرحمن مقام عبد اللہ پور ضلع ڈھاکا (۳۸) (مولوی) قسمت اللہ موضع بلاس بنا ضلع ڈھاکا (۳۹) (مولوی) ابو الیسین محمد اثیر الدین مقام لوہر پور ضلع مرشد آباد (۴۰) (مولوی) ابو النعمان محمد سلیمان موضع بیل نگر ضلع مالدہ (۴۱) (مولوی) محمد سعید مدرس مدرسہ راجگاؤں ضلع بیر بھوم (۴۲) (مولوی) ابو عبد العلیم محمد عبد الرحیم موضع انبوہ ضلع بیر بھوم (۴۳)

---

[1] ۳ - ۴ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۳ - ۲۴ مارچ ۱۹۱۲ء کو مقام اسلام پور ضلع ڈھاکا میں جلسہ تھا وہاں علماء بنگال آئے تھے مولوی ابو القاسم صاحب بنارسی نے اُن علماء کے مجمع میں بلند آواز سے یہ رسالہ تمام سنایا - اُسپر سب نے بیک قلم دستخط کئے - (مصنف)

(مولوی) مولا بخش مقام عبداللہ پور ضلع دمکا (۴۴) (مولوی) ابو محمد عبد الغنی بھاگلپور ضلع مالدہ (۴۵) مولوی جمال الدین موضع لودی نگر (۴۶) مولوی ابو الاشفاق محمد اسحاق موضع شیر شاہی ضلع مالدہ (۴۷) مولوی ابو المعالی محمد علی موی اعظمی داناپوری (۴۸) مولوی ابو تراب عبد الوہاب شیخعلی پوری مرشد آبادی (۴۹) مولوی محمد کلیم الدین مقام کالاپور ضلع مالدہ (۵۰) مولوی رحیم بخش مقام کانگجول ضلع دمکا۔ (۵۱) مولوی عبد الحمید شیخعلی پوری مرشد آبادی (۵۲) مولوی محمد شریف احمد شیخعلی پوری مرشد آبادی (۵۳) مولوی محمد امید اللہ ہوشن نگر ضلع مرشد آباد (۵۴) مولوی محمد رحیم بخش سیرامپوری ضلع مرشد آباد (۵۵) مولوی ابو الامجد محمد عبد العزیز مقام بانکا ضلع مالدہ (۵۶) مولوی ابو الخیر محمد عطاء الدین کانگجولی ضلع دمکا (۵۷) مولوی محمد فضل الدین نکہی نگر ضلع مرشد آباد (۵۸) مولوی عبد اللہ لاواہ محمد دیانت اللہ موضع علامی ڈاک خانہ پاکوڑ ضلع دمکا (۵۹) مولوی ابو محمد عبد اللہ دلاور پور ضلع بیربھوم (۶۰) مولوی محمد ابراہیم اعظم موضع بیاپور علاقہ کپ داناپور (۶۱) مولوی عبد الرحمن مہتمم مدرسہ دلال پور (۶۲) مولوی محمد فیض الدین احمد موضع سونہ ضلع مرشد آباد (۶۳) مولوی محمد مصلح الدین عرف مصیب اللہ موضع رانی پور ضلع مرشد آباد۔

(۶۴) جناب مولانا کفائیت حسین صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ صلاح المسلمین بانکی پور پٹنہ۔

لاریب اجتہاد کسبی ہے اور تا روز قیامت ممکن الوقوع بلکہ منتخب افراد میں واقع ہے۔ خداوند عالم کی اطاعت اور بحکم خداوندی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہم پر فرض ہے اور جو مسائل جزئیہ قرآن و حدیث میں منصوص نہیں ہیں عند الضرورۃ متاخرین امت کے اقوال پر متقدمین امت کے اقوال کو میں مقدم و مرجح جانتا ہوں اور مصنف رسالہ ہذا کا مقصود بھی یہی ہے۔ ماشاء اللہ مصنف لبیب نے اپنے مقصود کو اس رسالہ میں باحسن الوجوہ ثابت کیا۔ جزی اللہ المصنف خیر الجزاء۔

(۶۵) جناب مولوی عبد التواب صاحب غزنوی مقیم علیگڈھ

اما بعد قد تبین الرشد من الغی و انطفا المصباح بظهور الصباح وانجلی والحمد للہ تعالیٰ الغین عن العین وانصدعت زجاجۃ الباطل وزال الشک و المین فورب السماء ذات الرجع والارض ذات الصدع انہ لای الکتاب اجتہاد وتقلید، لقول فصل وما هو بالهزل ولعمری انہ لا یعود خاسئا من دقق النظر فیہ ولا یرجع خاسئا من رجع البصر فی ظاهرہ وخافیہ لانہ حکم فعدل وامبان جهۃ الحق وما زاغ ولا طغی ولا عنہ عدل۔

(۶۶) جناب مولانا عبد اللہ صاحب از گیلانی ضلع منگیر مرحوم

مَیں نے آپکا رسالہ "اجتہاد و تقلید" نہایت غور سے سُنا۔ خاکسار کی تحقیق میں آپکا رسالہ اپنے موضوع میں توصیف کا محتاج نہیں ہے۔ مَیں بلا خوف لومۃ لائم کہتا ہوں کہ یہ رسالہ سلف صالحین کی تصانیف کا نمونہ ہے۔ اجتہاد اور تقلید کے نا صاف اور اُلجھے ہوئے مضمون کو جس قدر آپ نے صاف کیا اور سلجھایا ہے محتاج بیان نہیں ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہ رسالہ نہائت مفید ثابت ہوگا۔ خدا آپکی سعی مشکور کرے اور آپ کو اس عمیم احسان کی جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

(۶۷) جناب مولوی ابو تراب عبد الرحمٰن صاحب از گیلانی ضلع منگیر

آپ کا تو تالیف رسالہ "اجتہاد و تقلید" مَیں نے نہائیت غور سے پڑھا۔ بلا شبہ یہ رسالہ اپنے موضوع میں بنا بر طرز تحریر و ایراد ادلہ و نہج استدلال اپنی آپ نظیر اور آپکی وسعت نظری پر شاہد ہے۔ میرے نزدیک آپ نے مدت کے جھگڑوں کا انفصال بالتفصیل لا الاجمال کر دیا۔ اور تمام نادرست اور غیر صحیح اقوال کا علےٰ وجہ الکمال استیصال فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس رسالہ سے خواص و عوام اہل اسلام کو نفع تام پہونچائے اور آپکو جزائے خیر عطا فرما دے ؎

تقلید و اجتہاد کی تحقیق کی طرف ؎ مائل ابو الوفاء بلند حوصلہ ہوا
لکھا رسالہ۔ مَیں نے کہا زانتہائے سعی ؎ تقلید و اجتہاد کا حق فیصلہ ہوا

۱۳ ۳۰ ھ

(۶۸) جناب مولوی محمد ابو القاسم صاحب بن مولانا محمد سعید صاحب مرحوم بنارسی

بعد حمد و نعت کے میں نے یہ رسالہ "اجتہاد و تقلید" از تالیف جدید جناب مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری بالاستیعاب دیکھا۔ رسالہ کا جو موضوع ہے یعنی "منصب مجتہد" یا "نصاب اجتہاد" مصنف نے اس کو نہایت عمدگی سے ثابت کیا ہے۔ فی الواقع اجتہاد امر کسبی ہے جسکا مصداق امت کا ہر فرد بپابندی قواعد علم اصول ہو سکتا ہے۔ لطف یہ کہ مصنف نے یہ عجیب التزام کیا ہے کہ اپنے دعوٰے کے جملہ دلائل کتب اصول ہی سے نقل کیے ہیں۔ جس سے اُن کی علم اصول میں بے انتہا مہارت ثابت ہوتی ہے اِن حوالجات کی تلاش و تفتیش میں اُن کی غائت سعی کو خدا مشکور کرے اور اس سے بھی زیادہ توفیق بخشے۔ نیز اس رسالہ سے تقلید کا وہ معرکۃ الآرا مسئلہ جو مدّتوں سے ناواقفوں کے رگ و ریشہ میں سمایا ہی طرفۃ العین میں طے ہو جاتا ہے۔ کیا خوب! نہ خواص ہی مقلد رہے نہ عوام سے

تقلید کے پُرزے اُڑے توحید کے سکّے جمے   شخصی مقلد جو کہ تھے پکّے موحد ہو گئے

واللہ لقد اجاد المصنف رح فی طریق البیان مالا عینی رأته[۱] فی کراسۃ ھٰذا الزمان

[۱] تمت ۱۲

جزاہ اللہ الناس عنا جمیعنا   بخیر جزاء ذی نماء مخلد

خدا تعالیٰ مصنف کو جناب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر عطا فرما دے اور ویسا ہی مقبول انام کرے۔ آمین ثم آمین۔

(۶۹) جناب مولوی محمد عبد اللہ صاحب بلوچ سیّاح بلاد اسلامیہ سوکڑی ضلع ڈیرہ غازیخاں

رسالہ اجتہاد و تقلید دیکھا۔ ماشاء اللہ بڑی تحقیق سے مملو پایا۔ جزی اللہ المصنف خیر الجزاء

(۷۰) جناب مکرّم مولوی محمد غضنفر صاحب لودھانوی مرحوم

آپ کی یہ تصنیف آپکی سابقہ تصانیف سے بہتر ہے۔ فللہ درک و علی اللہ اجرک

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ

پہلے مجھے دیکھئے

اجتہاد اور تقلید کا مسئلہ ہندوستان میں مدت سے منجمد رہا ہے۔ لیکن اس کی تہ میں یہ راز آجتک کسی مصنف نے نہیں کھولا یا میری نظر سے نہیں گذرا کہ منصب اجتہاد کوئی وہبی وصف ہے۔ یا کسبی؟ اس راز کے منکشف ہونے پر تقلید عدم تقلید کا مسئلہ بھی حل ہو جائیگا۔ بس یہ اس مختصر رسالہ کا موضوع ہے۔

طعن و تشنیع۔ ذاتی قومی اور مذہبی حملوں سے آجکل فن تصنیف میں بڑی خرابی آگئی ہے لیکن بحکم ؎ خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد " ناظرین اس رسالہ کو ان سب عیوب سے خالی پاوینگے۔ مضامین کے لحاظ سے کسی کے خلاف طبع کا میں انکار نہیں کر سکتا۔ البتہ طریق بیان کے متعلق توقع بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ یہ رسالہ تصانیف سلف کے نمونہ پر ثابت ہوگا۔ فالحمد للہ اس سلسلہ میں میرا یہ رسالہ نمبر اوّل نہیں بلکہ اس سے پہلے رسالہ " اہلحدیث کا مذہب " " حدیث نبوی اور تقلید شخصی " رسالہ " اتباع سلف " رسالہ " آیات متشابہات " وغیرہ

شائع ہو چکے ہیں۔
اطلاع - کوئی صاحب اس کے جواب[1] میں اسی طرز اور اسی طریق سے عالمانہ مضمون لکھینگے تو میں بشکریہ اُس سے مستفیض ہونگا - اور اگر متانت سے گری ہوئے سلف صالحین کے خلاف طرز سے جواب ہو گا تو میں شعر مندرجہ ذیل پر عمل کرونگا

شعر
مدعی چوں رگِ گردن بفراز د بجدل
نیم تصدیق بیانش نہ وتحسینش کن

میں ارادہ کر چکا ہوں (خدا میرے ارادہ میں برکت کرے) کہ اہل تصنیف کے بگڑے ہوئے مذاق کی اُن کو اطلاع دوں - مہذب جماعت کو یہ طریق نہائیت ہی ناگوار ہے - جو آجکل کی جدلی تحریرات میں نظر آ رہا ہے - اہل علم سے امید ہے کہ اپنے علوشان پر نظر کر کے ایسے لوگوں کی تصانیف کو جو ذاتی اور قومی حملوں سے مملو ہوں شرف ملاحظہ کی عزت بخشنے سے انکار فرمایا کریں گے - قال اللہ تبارک وتعالیٰ قُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُبِينًا ؛

خادم العلماء ابو الوفاء ثناء اللہ (مولوی فاضل) امرتسری	ربیع الاول ۱۳۴۴ھ مطابق ستمبر ۱۹۲۵ء طبع ثالث

[1] آج (طبع ثالث) تک کوئی جواب نہیں دیکھا - آئندہ اللہ اعلم (منہ)

لہُ الحمدُ

فصل اوّل

مجتہد اور اجتہاد

کچھ شک نہیں کہ خدا تعالیٰ نے انسانوں کی طبائع مختلف بنائی ہیں - ذہین غبی کے علاوہ مقدار علوم میں تفاوت بیّن ہے اِسلئے فرمایا فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ (ہر ایک علمدار پر علم والا ہے) اِس تفاوت کا انکار کرنا گویا (گو یا نہیں یقیناً) بداہت کا انکار ہے - اِسی لئے علماء اصول نے جو افراد امت کی تقسیم کی ہے وہ بالکل صحیح ہے کہ بعض ان میں کے جاہل مطلق ہیں تو بعض عالم - عالم بعض معمولی درجہ کے ہیں تو بعض اعلیٰ درجہ کے - بعض اُن میں سے بھی اعلیٰ تر - سب سے اعلیٰ تر علماء کا نام علماء اصول کے محاورے میں مجتہد[1] ہے - مجتہد جس وصف خاص سے اِس معزز لقب کے ساتھ ملقب ہوئے ہیں اُس وصف کا نام "اجتہاد" ہے -

پنجاب یونیورسٹی (سرکاری بیت العلوم) میں عربی - فارسی کے صیغوں (اورنیٹل) میں تین درجے ہیں (١) مولوی (٢) مولوی عالم (٣) مولوی فاضل (١) منشی (٢) منشی عالم (٣) منشی فاضل - ان سب مراتب کا تعلیمی کورس جدا جدا ہے - اسی طرح مجتہد کے لئے بھی ایک کورس (نصاب تعلیم) ہے - جسکا پڑھنا اور جاننا بلکہ ازبر کرنا اُسکو ضروری ہے ایسا کورس بتلانا یا مقرر کرنا ہمارا کام نہیں بلکہ علماء اصول نے خود ہی "نصاب اجتہاد" مقرر کر رکھا ہے - اُس نصاب کا بیان کرنا اِس رسالہ کا **موضوع** ہے +

اصولِ فقہ } ایک علم ہے جس سے علم فقہ کے دلائل اور قرآن و حدیث میں فقاہت اور اعلیٰ درجہ کی سمجھ حاصل ہوتی ہے - اِس دعویٰ پر ہم اپنی طرف سے کچھ نہ کہینگے -

---

[1] مجتہد سے مراد ہماری اہلسنت کے مجتہد ہیں شیعہ نہیں - (منہ)

بلکہ جو کچھ علماء اصول رحمہم اللہ اجمعین نے لکھا ہے وہی نقل کرینگے۔

علم اصول کی تعریف اور فائدہ

حصول المامول میں ہے:۔

اصول الفقه باعتبار العلمية هو ادراك القواعد التي يتوصل بها الى استنباط الاحكام الشرعية الفرعية عن ادلتها التفصيلية على وجه التحقيق ص۲

"علم اصول فقہ اُن قواعد کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ سے احکام شرعیہ فرعیہ کو تحقیقی طور پر دلائل سے استنباط کرنے تک پہونچایا جائے"

اصول شاشی میں ہے:۔

اصول الفقه اربعة كتاب الله وسنة رسوله واجماع الامة والقياس ولا بد من البحث عن كل واحد من هذه الاقسام ليعلم طريق تخريج الاحكام ص۲

"اصول فقہ چار (قرآن - حدیث - اجماع امت - اور قیاس) ہیں انکے احوال سے اس لئے بحث کی جاتی ہے کہ استنباطِ احکام کا طریقہ معلوم ہو سکے"

اسی عبارت کی شرح میں شارح نے لکھا ہے کہ:۔

اى طريق تخريج المجتهد الاحكام (حاشیہ فصول ص۹)

"یہ معلوم ہو سکے کہ مجتہد احکام کیونکر استنباط کرتے ہیں"

مسلم الثبوت میں ہے:۔

هو علم بقواعد يتوصل بها الى استنباط الاحكام الفقهية عن دلائلها (ص۲)

"علم اصول اُن قواعد کے جاننے کا نام ہے جنکے ساتھ فقہی احکام کو دلائل سے استنباط کیا جاتا ہے"

"توضیح" اور اس کی شرح "تلویح" میں مذکور ہے:۔

علم اصول الفقه العلم بالقواعد التي يتوصل بها اليه على وجه التحقيق (ص۲۱)

"علم اصول فقہ اُن قواعد کے جاننے کا نام ہے جن کے ساتھ علیٰ وجہ التحقیق علم فقہ حاصل ہو سکے"

کشف الظنون میں ہے:۔

هو علم يتعرف منه استنباط الاحكام الشرعية الفرعية عن ادلتها الاجمالية والغرض منه تحصيل ملكة استنباط الاحكام الشرعية الفرعية من ادلتها الاربعة (كشف جلد اول ص۱۱۳)	علم اصول فقہ کے جاننے سے احکام شرعی کا دلائل سے استنباط ہو سکتا ہے اور اس علم سے غرض یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے استنباط کرنے کی قابلیت حاصل ہو۔"
اصول الفقه علم يتعرف منه تقرير مطلب الاحكام الشرعية العملية وطرق استنباطها ومواد حججها واستخراجها بالنظر (ابجد ص۳۲۶)	"ابجد العلوم" میں ہے :- اصول فقہ سے احکام شرعیہ کے استنباط کے طریقے معلوم ہوتے ہیں"
هو العلم بالقواعد التي يتوصل الى استنباط الاحكام الشرعية الفرعية عن ادلتها التفصيلية (ص۱)	"مختصر اصول" ابن حاجب میں ہے کہ :- اصول فقہ اُن قواعد کے جاننے کا نام ہے جن سے احکام شرعیہ فرعیہ کا دلائل سے استنباط کرنا حاصل ہو"
اصول الفقه علم يعرف به احوال الادلة والاحكام الشرعية (ص۲۵)	"مرقاۃ الوصول" ملا خسرو میں مذکور ہے :- اصول فقہ وہ علم ہے جس کے ساتھ دلائل شرعیہ اور احکام شرعیہ کا علم حاصل ہو سکے"

اِن حوالجات سے بالاتفاق ثابت ہوتا ہے کہ علم "اصول فقہ" اسی لئے مقرر ہوا ہے کہ اس کے ذریعہ سے استنباط احکام کے قواعد معلوم ہوں - اور اس کے عالم کو قوت اور ملکہ استنباط پیدا ہو - چنانچہ علماء اصول نے بالاتفاق اسکا فائدہ لکھا ہے کہ :-

فائدته استنباط تلك الاحكام على وجه الصحة

(کشف الظنون جلد اول ص۱۱۳ مرقاۃ الوصول ص۲)

یعنی اس علم کا فائدہ یہ ہے کہ اسکا جاننے والا پوری طور سے مسائل شرعیہ استنباط کر سکے"

یہ تو ہے علم اصول کی تعریف اور اُسکا فائدہ - اب دوسری فصل میں اُس کے قواعد مذکور ہوتے ہیں :-

فصل دوم

اجتہاد اور اُسکا طریق

گذشتہ حوالجات سے یہ تو خوب ثابت ہوُا کہ علم اصول نصاب اجتہاد یعنی مجتہد کا کورس ہے اِس لئے اب ہم اُس علم کے قواعد اور اجتہاد کا طریق بتلانا چاہتے ہیں۔ "اصول فقہ" یعنی "نصاب اجتہاد" دو حصّوں پر منقسم ہے۔

(الف) ایک تو قرآن وحدیث کی عبارات کی باریکیوں کو سمجھنا اُس کے مخفی مطالب تک پہونچنا اُن کے رموز پر مطلع ہونا۔

(ب) دوئم احکام شرعیہ واردہ پر غیر واردہ کو کسی علت کی وجہ سے قیاس کرنا (اس تعریف اور شرائط کا بیان اپنے موقع پر آئیگا)

تنبیہ :- علماء اصول نے لکھا ہے کہ اصول شرع چار ہیں - قرآن - حدیث - اجماع اور قیاس - ہم نے اِس جگہ مجتہد کا کام دو حصّوں پر اِس لئے تقسیم کیا ہے کہ قرآن اور حدیث گو اثبات مسائل کے لئے دو الگ الگ اصول ہیں مگر استنباط مسائل کا جو طریق ہے وہ دونوں میں ایک ہے - حدیث کی تنقید (ضعف او صحت) سے بحث کرنا محدثین کا کام ہے - مجتہد کے لئے حدیث کا جاننا ضروری ہے - لیکن بحیثیت مجتہد اُسکا کام استنباط مسائل ہے اور تنقید حدیث میں وہ محدثین کی خدمت کی وجہ سے بے فکر ہو سکتا ہے - چنانچہ صاحب تلویح لکھتے ہیں :-

البحث عن احوال الرواۃ فی زماننا ھذا کالمتعذر لطول المدۃ وکثرۃ الوسائط فالاولی الاکتفاء	ہماری زمانہ میں راویانِ حدیث کے حالات سے بحث کرنا طول مدّت کی وجہ سے گویا متعذر ہے - پس بہتر یہ ہے کہ ائمہ حدیث

بتعديل الائمة الموثوق بهم فی علم
الحديث كالبخاری والمسلم والبغوی و
الصنعانی وغيرهم من ائمة الحديث صفحہ ۳۳۸

جو فن حدیث میں معتبر ہیں اُنہی کی تنقید اور
تعدیل پر کفائیت کی جائے جیسے امام بخاری
مسلم اور بغوی وغیرہ"

یہ کہکر مجتہد کا من حیث المجتہد فن حدیث میں دخل اتنا بتلاتے ہیں کہ :-

لا يخفى ان المراد معرفة متن الحديث بمعانيه
لغة وشرعا - وباقسامه من الخاص و
العام وغيرهما (حواله ايضاً)

الفاظ حدیث کو مع اُس کے معانی کے
جاننا اور اُس کی اقسام خاص - عام وغیرہ
کو معلوم کرنا (مجتہد کا فرض ہے)"

علمائے اصول نے بطریق مجتہدانہ کلام کو سمجھنے کے لئے چند قواعد مقرر کئے ہیں - جو
دراصل ہر ایک زبان میں مستعمل اور مروج ہیں -

ہر ایک زبان میں بعض الفاظ عام ہیں. جیسے کوئی کہے اہل پنجاب صاف دل ہوتی
ہیں - بعض خاص ہیں جیسے کوئی کہے - زید - عمر اچھے آدمی ہیں - بعض الفاظ متعدد
معانی رکھتے ہیں بعض صرف ایک -

اسی طرح بعض الفاظ اپنے معنے دینے میں واضح ہوتے ہیں - بعض واضح
نہیں - بلکہ کسی قرینہ کے محتاج ہوتے ہیں - بعض مجمل ہوتے ہیں بعض مشکل - بعض
اپنے اصل معنے میں مستعمل ہوتے ہیں بعض مجازی معنے میں جیسے شیر جب بہادر آدمی
کے لئے بولا جائے - اِس قسم کے محاورات اور مواقع کے سمجھنے کے لئے علم اصول مقرر
ہوا ہے - جس کے لئے ہم نے اِس کتاب میں "نصاب اجتہاد" کا لقب تجویز کیا ہے
چنانچہ اصول کی مشہور کتاب نور الانوار میں مذکور ہے :-

انما تعرف احكام الشرع بمعرفة اقسامها
وذلك اربعة الاول فی وجوه النظم
صيغة ولغة وهی اربعة الخاص
والعام والمشترك والمأول والثانی
فی وجوه البيان بذلك النظم

فقط اصول فقہ کی اقسام ادلہ جاننے سے احکام
شرع جانے جا سکتے ہیں - پہلی قسم نظم کلام کے
صیغوں کی شناخت میں ہے جو چار طرف پر
منقسم ہے - خاص - عام - مشترک اور
مأول - دوسری قسم عبارت کے بیان میں

وھی اربعة ایضًا الظاھر والنص والمفسر والمحکم - ولھذہ الاربعة اربعة تقابلھا وھی الخفی والمشکل والمجمل والمتشابہ والثالث فی وجوہ استعمال ذلک النظم وھی اربعة ایضًا الحقیقة والمجاز والصریح والکنایة (ص۱۱)	جو نیز چار صنف پر ہے ظاہر نص مفسر اور محکم - اور ان چاروں کے مقابل بھی چار ہیں - خفی - مشکل - مجمل اور متشابہ - تیسری قسم کلام کے استعمال کرنے میں ہے جو حقیقت - مجاز - صریح اور کنایہ ہے"-

ہمارا مقصود صرف یہ ہے کہ ہم یہ بتلاویں کہ علماء نے علم اصول کے قواعد کو "نصاب اجتہاد" مقرر کیا ہوا ہے اس لئے اُن قواعد کی تفصیل حوالہ کتب اصول کر کے اصل مطلب پر آتے ہیں کہ قواعد مذکورہ کا استعمال کرنا اور ان سے باقاعدہ کام لینا مجتہد کا کام ہے چنانچہ "نور الانوار" میں ہے :-

التقسیم الرابع فی معرفة طرق وقوف المجتھد علی مراد النظم** وھی اربعة الاستدلال بعبارت النص وباشارتہ وبدلالتہ وباقتضاءہ (ص۱۳) ؛ انما الاستدلال فعل المجتھد (نامی - جلد اص۲۶)	چوتھی قسم اس بیان میں ہے کہ مجتہد کلام کو کن طریقوں سے سمجھ کر متکلم (شریعت) کی مراد کو پا جاتا ہے - یہ طریقے چار ہیں :- استدلال بعبارت النص اور استدلال باشارۃ النص - استدلال بدلالت النص اور استدلال باقتضاء النص"۔ نامی شرح حسامی میں ہے کہ :- اِن قواعد کے ساتھ استدلال کرنا مجتہد کا کام ہے"

اجتہاد کی تعریف صاحب "مسلم الثبوت" نے یوں کی ہے کہ :-

الاجتھاد بذل الطاقة من الفقیہ فی تحصیل حکم شرعی ظنی (ص۲۲۶)	"فقیہ کا اپنی قوت علمیہ کو شرعی حکم کے حاصل کرنے میں خرچ کرنا اجتہاد ہے"

ہاں اجتہاد کی شرائط کا سُننا بھی ضروری ہے - جو نور الانوار کے الفاظ میں یہ ہیں :-

وشرط الاجتهاد ان يحوى علم الكتاب بمعانيه اللغوية والشرعية ووجوهه التي قلنا من الخاص والعام والامر والنهى و سائر الاقسام السابقة لكن لا يشترط علم جميع ما فى الكتاب بل قدر ما يتعلق به الاحكام وتستنبط هى منه وذلك خمس مائة اية التى الفتها وجمعتها انا فى التفسيرات الاحمدية وعلم السنة بطرقها فى اقسامها مع اقسام الكتاب وذلك ايضا قدر ما يتعلق به الاحكام اعنى ثلاثة الاف دون سائرها وان يعرف وجوه القياس بطرقها وشرائطها المذكورة انفا (نور الانوار ص۲۴۶)

اجتہاد کی شرط یہ ہے کہ قرآن کے معانی لغویہ شرعیہ اور اُن وجوہ کا علم ہو جو ہمنے بتلائی ہیں یعنی خاص عام - امر نہی اور باقی اقسام سابقہ - لیکن تمام قرآن کا جاننا شرط نہیں بلکہ اسی قدر جو احکام سے تعلق رکھتا ہے اور اُس سے آور احکام مستنبط ہو سکتے ہیں اور یہ بقدر پانسو آیات کے ہے جو میں نے تفسیر احمدی میں جمع کی ہیں - دوسرا علم حدیث اُس کے طریقوں اور اقسام کے ساتھ مع اقسام قرآن کے یہ بھی بقدر تین ہزار حدیثوں کی ہو اور یہ بھی شرط اجتہاد ہے کہ وجوہ قیاس اور شرائط مذکور کو جانتا ہو"

شرطه ان يحوى علم الكتاب بمعانيه لغة وشرعا واقسامه المذكورة وعلم السنة متنا وسندا ووجوه القياس كما ذكرنا (توضيح صفحہ ۳۳)

کتاب "توضیح" کے الفاظ یوں ہیں کہ:-

"قرآن شریف کے لغوی اور شرعی معنے اور مذکورہ سابقہ اقسام (عام خاص وغیرہ) کو جانتا ہو اور حدیث کی الفاظ اور سند اور وجوہ قیاس سے واقف ہو"

مطلب اِن تمام حوالجات کا یہ ہے کہ مجتہد وہ ہے جو قرآن و حدیث کو بقواعد علم اصول جانتا ہو اور اِن قواعد کی مدد سے قرآن و حدیث سے مسائل شرعیہ استخراج کر سکتا ہو - بعض دفعہ اس سے غلطی بھی ہو جائے تو اُس کے منصب اجتہاد میں خلل انداز نہیں ہو سکتا چنانچہ "توضیح" میں ہے کہ:-

فالمجتهد عندنا يخطى ويصيب (ص ۳۳۹)	ہمارے نزدیک مجتہد غلطی بھی کرتا ہے اور ٹھیک بھی پا جاتا ہے

اِن سب شرائط میں اگر کوئی کڑی شرط ہی تو علم حدیث کی ہی - کیونکہ احادیث کا ایک تو ذخیرہ بہت زیادہ ہے دوم ان کی تنقید کرنے اور ضعیف کو صحیح سے میز کرنیکا کام بہت مشکل ہی اسلیئے خدا جزا خیر دے علامہ تفتازانی صاحب تلویح کو جنہوں نے اِس کٹھن کو یُوں حل کیا کہ

البحث عن احوال الرواة فی زماننا هذا کالمتعذر لطول المدة وکثرة الوسائط فالاولیٰ الاکتفاء بتعدیل الائمة الموثوق بهم فی علم الحدیث کالبخاری والمسلم والبغوی و الصنعانی وغیرهم من ائمة الحدیث۔ ولایخفی ان المراد معرفة السنة بمعانیه لغة وشرعا وباقسامه من الخاص و العام وغیرهما (۳۳۸)

آجکل کے زمانہ میں گذشتہ محدثین کی خدمات اور محنتوں نے ہمیں اِس زحمت سے بری کر دیا جزاہم اللہ - چنانچہ اُنکے الفاظ یہ ہیں جو پہلے ہی کتاب ہٰذا میں بصفحہ (۳۰-۳۱) نقل ہو چکے ہیں کہ محدثین سابقین کی محنت پر کفایت کرنا بہتر ہی بس حدیث جاننے سے مراد یہ ہی کہ متن حدیث کو لغوی اور شرعی معانی اور اقسام خاص اور عام کے ساتھ جانتا ہو۔"

شروع فصل سے یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہی اُسکا مختصر مطلب دو لفظوں میں پھر دُہرائے دیتے ہیں کہ علم اصول کو جاننا اور اُس کے مطابق قرآن وحدیث سے احکام کا استنباط کرنا "اجتہاد" ہے اور ایسا کرنیوالا "مجتہد" ہے اور بس ؛

فصل سوم

قیاس

گذشتہ مختصر بیان" نصاب اجتہاد" کے پہلے حصّے کے متعلق تھا یعنی جو عبارت فہمی سے تعلق رکھتا ہی - اب اُن امور کا بیان ہوگا جو دوسرے حصّے سے تعلق رکھتی ہیں جسکا نام "قیاس" ہے -

"قیاس" کی تعریف "نورالانوار" کے الفاظ میں یہ ہے:-

هو تقدير الفرع بالاصل في الحكم والعلة (ص ۲۲۴)

"فرع (جسکو مقیس کہتے ہیں) کو اصل (مقیس علیہ) کے ساتھ حکم اور علت میں برابر کرنا"

"مسلم الثبوت" کے الفاظ یہ ہیں:-

مساوات المسكوت بالمنصوص في علة الحكم (ص ۲۲۵) مسلم

"جس امر کا حکم شریعت میں نہ آیا ہو۔ اس کو منصوص کے ساتھ (جسکا حکم آیا ہو) حکم کی علت میں برابر کرنا"

"حسامی" کے الفاظ یہ ہیں کہ:-

والفقهاء اذا اخذ واحكم الفرع من الاصل سموا ذلك قياسا لتقديرهم الفرع بالاصل في الحكم والعلة (حسامی ۹۸)

"فقہا جب فرع کو اصل سے حاصل کرتے ہیں تو اسکو قیاس کہتے ہیں کیونکہ وہ فرع کو اصل کے ساتھ حکم اور علت میں برابر کرتے ہیں"

اس دعوی کے ثبوت میں زیادہ حوالجات کی ضرورت نہیں۔ تمام کتب اصول قیاس کی اس تعریف پر متفق اور ایک زبان ہیں۔

ہاں مثال کی ضرورت ہے جو "نورالانوار" کے الفاظ میں پیش کی جاتی ہے۔

واضح رہے کہ "قیاس" تین اصول پر متفرع ہو سکتا ہے۔ کوئی ایسا حکم ہو جو قرآن مجید میں ہو اس پر کسی دوسری غیر مذکور حکم کو قیاس کرنا۔ کوئی ایسا حکم ہو۔ جو حدیث میں ہو۔ اسپر کسی دوسری غیر مذکور حکم کو قیاس کرنا۔ کوئی ایسا حکم ہو جو اجماع سے ثابت ہو اسپر قیاس کرنا۔ ان تینوں قسموں کے قیاس کی مثالیں مصنف "نورالانوار" یوں دیتے ہیں کہ:-

نظير القياس المستنبط من الكتاب قياس حرمة اللواطة على حرمة الوطي في حالة الحيض بعلة الاذى المستفاد من قوله تعالى وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ونظير القياس المستنبط من السنة قياس حرمة

قرآن مجید پر قیاس کی مثال یہ ہے کہ جسطرح حیض کی صورت میں بوجہ ناپاکی عورت کے ساتھ وطی کرنیسے منع آیا ہے اسی طرح لواطت (لڑکوں کے ساتھ بدکاری) کرنی بھی اس پر قیاس ہو سکتی ہے بوجہ ناپاکی کے۔ حدیث پر

تفاضل الجص والنورة بعلة القدر و
الجنس علی حرمة الاشیاء الستة المستفادة
من قوله علیه السلام الحنطة بالحنطة و
الشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح
والذهب بالذهب والفضة بالفضة مثلا
بمثل یدا بید والفضل ربو۔ ونظیر القیاس
المستنبط من الاجماع قیاس حرمة ام المزنیة
علی حرمة ام امته التی وطیها المستفادة
من الاجماع بعلة الجزئیة والبعضیة (ص۲)

قیاس کی مثال یہ ہے کہ جس طرح حدیث
گیہوں سے گیہوں برابر بیچنے کا حکم ہو اور
زیادہ کو بیاج فرمایا ہو۔ اسی طرح بوجہ
علت قدر اور جنس کے چونہ اور نورہ کو
بھی انہی اشیاء پر قیاس کر سکتے ہیں
اجماع سے قیاس کی مثال یہ ہو کہ جس طرح
لونڈی موطوءہ کی ماں سے نکاح کرنا حرام ہے اسی
طرح جس عورت سے زنا کیا ہو اُس کی ماں سے
نکاح کرنا بھی حرام ہے"

ان مثالوں میں سے بعض مثالوں پر "نورالانوار" کے محشیوں نے اعتراض بھی کئے ہیں جن کے بیان یا جواب سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ ہمیں تو صرف مثال بتلانی مقصود ہے تمام مالہٗ وما علیہ کا بیان کتب فن میں مل سکتا ہے۔

ایک مثال عام فہم ہم دیتے ہیں:۔

شراب کی حرمت قرآن مجید میں موجود ہے۔ بھنگ۔ چانڈو وغیرہ کا ذکر نہیں اسلئے (قطع نظر اُس حدیث کے جو عام نشہ آور چیزوں کی حرمت کے لئے آئی ہے) ہم قیاس کر کے کہہ سکتے ہیں کہ شراب چونکہ محض نشہ کی وجہ سے حرام ہے اس لئے بھنگ بھی حرام ہے کیونکہ اس میں بھی نشہ ہے"

یہ ہے "قیاس" کی ماہیت اور مثال۔

بہت سے اکابر علماء قیاس کے منکر ہیں اس لئے اُن کے نزدیک "نصاب اجتہاد" میں قیاس کا باب داخل نہیں ان کی اور دیگر علماء کی مثال آجکل کے تعلیمی کورس سے یہ ہوگی کہ ہندوستان میں انگریزی مدارس دو قسم پر ہیں ایک تو ایسے ہیں کہ اُنہیں انگریزی زبان کی تعلیم ضروری ہے دوسری ورنیکلر سکول ہیں جن میں سب مضامین دیسی زبان میں پڑھائے جاتے ہیں اس لئے اُن میں انگریزی زبان کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اسی طرح جن علماء کے نزدیک قیاس حجت شرعی نہیں اور نہ قیاس کرنا جائز ہے اُن کے نزدیک "نصاب اجتہاد" میں قیاس داخل نہیں بلکہ وہ قیاس کی مذمت کرتے ہیں۔ چنانچہ چند اقوال اُن کے ہم حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب "اعلام الموقعین" سے نقل کرتے ہیں:۔

ائمة التابعين وتابعوهم يصرحون بذم القياس وابطاله والنهى عنه قال الطحاوى حدثنى داؤد بن ابى هند قال سمعت محمد ابن سيرين يقول القياس شوم واول من قاس ابليس فهلك وانما عبدت الشمس والقمر بالمقاييس وقال ابن وهب اخبرنى مسلم بن على ان شريحا الكندى هو القاضى قال السنة هى سبقت قياسكم۔ عن داؤد الاودى قال لى الشعبى احفظ عنى ثلاثا لها بيان اذا سئلت عن مسئلة فلا تقس شيئا بشئ فربما حرمت حلالا او احللت حراما واذا سئلت عما لا تعلم فقل لا اعلم وانا شريكك۔ عن عيسى بن ابى عيسى عن الشعبى انه سمعه يقول اياكم والمقايسة فوالذى نفسى بيده ان اخذتم بالمقائسة لتحلن الحرام ولتحرمن الحلال ولكن ما بلغكم عن

ائمہ تابعین اور تبع تابعین قیاس کی مذمت اور ابطال صاف لفظوں میں کرتے ہیں اور اُس سے منع کرتے ہیں امام طحاوی (حنفی) نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے قیاس نحوست ہے اور سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا اور سورج اور چاند کی پوجا دنیا میں قیاس ہی سے جاری ہوئی ہے ابن وہب نے قاضی شریح سے نقل کیا کہ حدیث نبوی قیاس کے لئے تلوار ہے۔ شعبی نے کہا۔ تین باتیں مجھ سے حفظ کرلو۔ جب تم سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو قیاس مت کیا کرو۔ کیونکہ بعض دفعہ تم غلطی سے حلال کو حرام کرلوگے یا حرام کو حلال کر بیٹھوگے۔ جب تمہیں کسی ایسی چیز سے سوال ہو جو تم نہیں جانتے تو صاف کہدیا کرو کہ میں نہیں جانتا اور میں اس بےعلمی میں تمہارے جیسا ہوں۔ شعبی یہ بھی کہتے ہیں کہ قیاس کرنے سے بچا کرو۔ خبردار قیاس نہ کیا کرو۔ واللہ اگر تم قیاس کرنے لگ جاؤگے تو حرام کو حلال اور حلال کو حرام کردوگے ہاں ایسا کیا کرو کہ جو کچھ تم کو

اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاحفظوہ - قال صالح بن مسلم قال لی عامر الشعبی یوماً و ھو اٰخذ بیدی انما ھلکتم حین ترکتم الاٰثار واخذتم بالمقایس- ان الامام جعفر بن محمد بن علی بن حسین (علیہم السلام) قال لابی حنیفة اتق اللہ ولا تقس الدین برائك فان اوّل من قاس ابلیس اذ امرہ اللہ بالسجود لاٰدم فقال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین - قال مالك کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امام المسلمین وسیّد العالمین یسئل عن الشئ فلا یجیب حتی یاتیہ الوحی من السماء فاذا کان رسول رب العالمین لا یجیب الا بالوحی والا لم یجب فمن الجرءة العظیمة اجابت من اجاب برائہ او قیاس او تقلید من یحسن بہ الظن او عرف او عادة او سیاسة او ذوق او کشف او منام او استحسان واللہ المستعان وعلیہ لتکلان قال الشعبی یوشك ان یصیر الجہل علماً والعلم جہلا

صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچے اُسکو یاد کر لو اور بس صالح بن مسلم کہتے ہیں- عامر شعبی نے ایک روز میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تم نے احادیث چھوڑ کر قیاس کرنا شروع کیا اسی وجہ سے تم ہلاک ہوئے- امام جعفر صادق نے امام ابوحنیفہ کو کہا اللہ سے ڈرو قیاس نہ کیا کرو کیونکہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا جو کہا تھا میں آدم سے اچھا ہوں کیونکہ میں آگ سے ہوں اور آدم خاک سے ہے (یہ قیاس مقابلہ نص کی ہے- اس کو قائلین قیاس بھی بُرا جانتے ہیں مصنّف) امام مالک نے کہا آں حضرت علیہ السلام کو جب کوئی سوال ہوتا تو آپ بغیر وحی الٰہی کے جواب نہ دیتے ورنہ مانا نہ جاتا - جو شخص اپنی رائے یا قیاس یا کسی کے حسن ظن کی تقلید سے یا عرف یا عادت یا سیاست یا ذوق یا کشف یا خواب یا استحسان سے مسئلہ بتلاتا ہے اُس کی بڑی جرأت ہے - امام شعبی نے کہا عنقریب جہالت علم ہوجائیگا اور علم جہل بنجائیگا

قالوا وكيف يكون هذا يا ابا عمرو
قال كنا نتبع الآثار وما جاء عن
الصحابة رضي الله عنهم فاخذ الناس
في غير ذلك وهو القياس عن مسروق قال
لا اقيس شيئا بشئ قال لم قال اخشى
تزل رجلي كان يقول اياكم والقياس
والرائ فان الرائ قد يزل وكان الشعبي
يقول لا تجالس اصحاب القياس فتحل حلالا
او تحرم حراما وقال الخلال حدثنا ابو بكر
المروزي قال سمعت ابا عبد الله احمد بن
حنبل ينكر على اصحاب القياس يتكلم فيه
بكلام شديد قالوا ولو كان القياس حجة
لما تعارضت الاقيسة وناقض بعضها بعضا
فيرى كل احد من المتنازعين من ارباب
القياس بزعمه ان قوله هو القياس تبيد
منازعه قياسا آخر فيزعم انه هو القياس
وحجج الله بيناته لا تتعارض ولا تتهافت قالوا
فلو جاز القول بالقياس في الدين لافضى الى
وقوع الاختلاف الذي حذر الله منه ورسوله
بل عامة الاختلاف بين الامة انما نشأ من
جهة القياس فانه اذا ظهر لكل واحد
من المجتهدين قياس مقتضاه نقيض حكم الآخر
اختلفا ولا بد وهذا يدل على انه من عند غير الله
(اعلام الموقعين جلد اول ص۹۳)

لوگوں نے کہا کیسے؟ امام موصوف
نے کہا ہم تو احادیث اور آثار صحابہ
کی پیروی کرتے تھے لوگوں نے اب قیاس
کرنا شروع کر دیا۔ بس یہی ہلاکت ہے۔
مسروق کہتے ہیں میں تو کبھی قیاس
نہیں کرتا شائد میں لغزش کر جاؤں۔
شعبی کہا کرتے تھے کہ قیاس کرنیوالوں
کے پاس بھی مت بیٹھو۔ ابو بکر مروزی کہتے
ہیں میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا۔ کہ
قیاس کو برا اور بہت برا کہتے تھے انہی
مانعین نے کہا ہے کہ قیاس اگر شرعی حجت ہوتا
تو باہمی مخالف نہ ہوتا حالانکہ ایک دوسرے
کے مناقض ہوتا ہے ہر ایک قیاس کرنیوالا
سمجھتا ہے کہ میرا قیاس صحیح ہے حالانکہ اللہ
تعالیٰ کے احکام باہمی متعارض نہیں۔
مانعین نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر قیاس جائز
ہو تو اس سے بڑا اختلاف پیدا ہو۔
جس سے اللہ اور رسول نے سخت ڈرایا
ہے عام اختلاف امت میں محض قیاس کی
وجہ سے ہے کیونکہ کسی مجتہد کا قیاس ایسا ہو
جو دوسرے کے قیاس کے خلاف ہے تو ضرور
باہمی مخالف ہونگے یہ اختلاف جتلا رہا ہے
کہ قیاس خدا کی طرف سے نہیں۔"

حافظ "ابن قیم" مرحوم نے کئی ایک صفحات ابطال قیاس کے نذر کئے ہیں جن کی نقل کی گنجائش نہیں۔ اہل علم خود بھی دیکھ سکتے ہیں۔

امام رازی مرحوم نے بھی تفسیر میں مانعین قیاس کے دلائل نقل کئے ہیں تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۱۳۹ - ملاحظہ ہو۔

ہم اس موقعہ پر یہ فیصلہ نہیں دے سکتے کہ قائلین قیاس اور مانعین میں سے کون حق پر ہے؟ بلکہ اپنی روش کے مطابق متداول کتب اصول پر بناء کرتے ہیں۔

لطیفہ - ہمارے معاصرین علماء[1] میں بعض حضرات حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اور اُن کے خاندانی اساتذہ کے دل سے معتقد ہیں لیکن قیاس پر اُنکا ایسا عمل ہے کہ مجتہدین سابقین کے قیاسات تو شائد نہ مانیں مگر خود اُن سے زیادہ قیاس کرتے ہیں۔

ہم اس کے متعلق ایک مثال دینا چاہتے ہیں جو در اصل قیاس کی بھی ایک واضح مثال بن سکتی ہے۔ جس سے ناظرین رسالہ ہذا کو قیاس کے متعلق ایک بصیرت حاصل ہوگی کہ وہ کیا ہے؟

حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ تبوک کو تشریف لیگئے تو بعض مختلف اصحاب پیچھے رہ گئے جو "آجکل" کی تیاری میں شریک نہ ہو سکے حضور کی واپسی پر اُنہوں نے صاف عرض کر دیا کہ ہمیں کوئی مانع نہیں تھا۔ ہم آجکل میں پیچھے رہ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ساتھ کلام ترک کر دیا اور لوگوں کو بھی میل و ملاپ سے منع فرمایا اور معاملہ اُن کا خدا کے سپرد کر دیا جب تک اُن کی توبہ قبول نہ ہوئی اُنکے ساتھ یہی برتاؤ جاری رکھا"

یہ ہے حدیث کا مختصر مضمون آجکل کے قائسین اس پر یوں قیاس کرتے ہیں کہ جو کوئی اُن کے نزدیک کسی مسئلہ یا اعتقاد میں ناحق پر ہوتا ہے - اُس کے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہیں جو آنحضرت نے اُن اصحاب کے ساتھ کیا تھا۔ جن کا ذکر اوپر کے فقرے میں مذکور ہوا - اور دلیل یہی حدیث کو پیش کرتے ہیں بغور دیکھا جائے تو اس حکم میں وہ تین قیاس کرتے ہیں۔ (الف) خود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قیاس

[1] امرتسری خاندان غزنویہ اور اُن کے اتباع عفی اللہ عنہما۔ (منہ)

کرتے ہیں (ب)، اُس مخالف کو اُن صحابہ مورد عتاب پر (ج) اُس اختلاف رائے کو جو اُن میں اور فریق ثانی میں ہو ترک جہاد پر قیاس کرتے ہیں جو اصحاب موصوفین سے ہوا تھا۔ حالانکہ ان تینوں قیاسوں میں شرائط قیاس متحقق نہیں لطف یہ ہے کہ وہ حافظ ابن قیم کی تحریریں کئی ایک جگہ پڑھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں اوّل من قاس ابلیس یا للعجب وضیعة الادب ‡

خیر یہ تو بطور جملہ معترضہ کے ایک لطیفہ تھا۔ اب ہم اصل مطلب پر آتے ہیں۔ ہماری غرض یہ ہے کہ باب القیاس "نصاب اجتہاد" میں داخل ہو تو بھی اس کے متعلق کتب اصول میں قواعد مقرر ہیں۔ جیسے کہ نظم عبارت سے استنباط کے قواعد کا بیان ہم کر چکے ہیں ‡

اس جگہ ہم علم اصول کی ایک کتاب سے عبارت نقل کرکے باقی کی حوالجات پر قناعت کرتے ہیں۔ اصول شاشی میں ہے

شرط صحت القیاس خمسة احدها ان لا یکون فی مقابلة النص والثانی ان لا یتضمن تغییر حکم من احکام النص والثالث ان لا یکون المعدی حکما لا یعقل معناه والرابع ان یقع التعلیل لحکم شرعی لا لامر لغوی والخامس ان لا یکون الفرع منصوصا علیه (اصول شاشی ص۹۵)

کہ:-

"قیاس کی شرطیں پانچ ہیں ایک یہ ہے۔ کہ نص کے مقابلہ میں نہ ہو۔ دوسری یہ ہے کہ نص کے حکم میں تغیر نہ آئے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ کسی ایسے مسئلہ میں نہ ہو جو خلاف قیاس ہو۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ کسی شرعی حکم کیلئے قیاس ہو لغوی امر کی ثبوت میں نہ ہو۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ حکم (مقیس علیہ) منصوص علیہ (مخصوص) نہ ہو"

یہی مضمون "حسامی" میں صفحہ ۹۸ پر "نور الانوار" میں صفحہ ۲۲۸ پر "حصول المامول" میں صفحہ ۲۶۱ پر "مسلم الثبوت" میں صفحہ ۲۲۶ پر۔ حاشیہ "ازمیری" میں صفحہ ۲۸۳ پر ہے وغیر ذالک۔

ہماری غرض کا حصول زیادہ طول دینے پر موقوف نہیں بلکہ محض اسی قدر سے مدعا حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہمیں یہ بتلانا ہے کہ "نصاب اجتہاد" میں قیاس داخل

ہے تو اُس کے قواعد بھی کتب اصول میں مفصل مذکور ہیں۔ غالباً (نہیں یقیناً) اِس سے کسی اہل علم کو انکار نہ ہوگا اور نہ کوئی انکار کر سکیگا +

فصل چہارم

مجتہد کی تعریف اور اُسکی شرائط

فن اصول فقہ میں مجتہد اور فقیہ دو لفظ مترادف (ہم معنے) ہیں۔ اس لئے ایک کی تعریف بعینہ دوسرے کی ہے اور ایک کی شرائط بعینہ دوسری کی ہیں۔

فقیہ اور مجتہد کی مختصر اور جامع مانع تعریف یہ ہے کہ "المجتهد المستنبط" یعنے مجتہد وہ ہے جو ادلہ شرعیہ سے بطریق قواعد علم اصول مسائل استنباط کر سکے۔ چنانچہ "توضیح" میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بابت لکھا ہے ولم یطلق اسم الفقیه الاعلی المستنبطین منهم (صفحہ ۱۸) یعنی تمام صحابہ فقیہ نہ تھے بلکہ وہی فقیہ تھے جو استنباط کرتے تھے۔ "نورالانوار" میں اجتہاد کی شرائط اِن لفظوں میں مذکور ہیں :-

شرط الاجتهاد ان يحوى علم الكتاب بمعانيه اللغوية والشرعية ووجوهه التى قلنا من الخاص والعام والامر والنهى وسائر الاقسام السابقة و لكن لا يشترط علم جميع ما فى الكتاب بل قدر ما يتعلق به الاحكام تستنبط هى منه وذلك قدر خمس مائة اٰية التى الفتها وجمعتها فى التفسيرات الاحمديه وعلم السنة بطرقها المذكورة فى اقسامها مع اقسام الكتاب فى ذلك ايضاً

اجتہاد کی شرط یہ ہے کہ قرآن کے معانی لغوی اور شرعی جانتا ہو۔ اور جو وجوہات اصولیہ ہم نے بتلائے ہیں یعنی خاص۔ عام۔ امر۔ نہی وغیرہ اقسام مذکورہ سے واقف ہو۔ لیکن تمام قرآن مجید کا علم ضروری نہیں بلکہ اُسی قدر ضروری ہے جس کے ساتھ احکام متعلق ہوں اور اُس سے احکام مستنبط ہو سکیں۔ یہ پانسو آیات کی انداز میں ہے جسکو میں (مصنف نورالانوار) نے تفسیر احمدی میں جمع کر دیا ہے قرآن کی طرح حدیث کا علم بھی مع اقسام حدیث (اقسام کتاب) جانتا ہو بھی

قد رما یتعلق به الاحکام اعنی ثلاث الاف دون سائرها وان یعرف وجوہ القیاس بطرقها وشرائط المذکورة انفا (نور الانوار صفحه ۲۴۶)	تین ھزار احادیث کے قریب ھے ۔ قرآن وحدیث کے علاوہ علم قیاس سے مع اُس کے طریقوں اور شرائط مذکورہ کے جانتا ہو"

اِن شرائط میں بقدر حاجت کی قید "توضیح تلویح" میں بھی ہے۔ مختصر مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن وحدیث کو عربی زبان میں سمجھ سکتا ہے اور علم اصول کے قواعد سے واقف اور اُن کو استعمال کرنے پر قادر ہو ایسے شخص کا یہ کہنا کہ "میں مجتہد ہوں" ایسا نہیں جو کوئی شخص یہ کہے کہ "میں نبی ہوں" کیونکہ نبوت اور رسالت ایک وہبی عہدہ ہے۔ اسی واسطے اس کے لئے کسی علم یا فن میں قواعد مقرر نہیں بلکہ بحکم اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ محض خدا کی داد ہے لہذا نبوت کے لئے کوئی علم نہیں نہ اُس کیلئے کوئی قاعدہ ہے نہ اصول۔ بخلاف "اجتہاد" کہ اُس کے لئے باقاعدہ علم اصول ہے۔ جس میں اُس کے تمام قواعد مشرح اور مفصل مرقوم ہیں۔

جو لوگ فن اصول فقہ کو اس غرض سے نہیں پڑھتے۔ جو ہم نے بیان کی ہے کہ اس کے استحضار سے ایک عالم قرآن وحدیث سے استنباط مسائل پر قادر ہو کر مجتہد کے درجے پر

---

[1] لطیفہ - امرتسر میں ایک شخص تراب کی مجھ سے وہی نسبت ہے جو علامہ فضل حق مرحوم کی مولانا اسمٰعیل شہید سے تھی جو کہتے تھے کہ اسمٰعیل جو بھی کہیگا میں اُسکو رد کرونگا۔ عفی اللہ عنا وعنہم۔ ایک روز تین اہل علم دوست بڑی گھبراہٹ میں میرے پاس آئے بولے کہ فلاں شخص نے ہمکو کہا ہے کہ اب تو ثناءاللہ نے دعوٰی نبوۃ کر دیا۔ میں سُنکر ہنسا تو وہ احباب بولے کہ ہم تو بڑے پریشان ہیں اور آپ ہنستے ہیں میں نے کہا مجھے یاد پڑتا ہے میں نے ایک کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ "میں نبی ہوں" اُنہوں نے اُس کتاب کے دیکھنے پر اصرار کیا تو میں نے اُنکو یہ عبارت دکھائی (میں نبی ہوں)، وہ دیکھکر حیرت زدہ ہوئے اور وہ زبان حال سے کہتے تھے ع گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است (منہ)

پہونچ سکتا ھی اُن کے خیالات کی تردید بھی علماء اصول نے کافی طور پر کردی ھی۔

صاحب "حصول المامول" لکھتے ہیں کہ :۔

وقد یزعم من لاحظ له من التحقیق ان ھذا الفن انما ھو حکایة سیر اقوام مضوا لسبیلھم وسلوکھم مسلک المنظر فی الاحکام ولیس لنا الا اتباعھم فی ما وضعوا مذھبا ودلیلا وانت خبیر بانه یول الی جعل ھذا الفن کنقول التواریخ فی انه لا یترتب علیه غائة یعتد بھا (ص۶)

"بعض لوگ جن کو تحقیق سے حصّہ نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ فن (اصول فقہ) محض گذری ہوی لوگوں کی ایک حکائیت ھی اور ہمکو اُن کے مقرر کردہ مذہب اور دلیل کی پیروی کرنی چاہیئے۔ حالانکہ تو جانتا ہے کہ ایسا کہنا گویا ان معنی میں ہے کہ یہ فن (اصول) بھی محض ایک تاریخ ہی اور اُسپر کوئی بڑا نتیجہ مرتب نہیں"

بات بھی معقول ہی کہ جس فن کے قواعد مدون ہیں اُس کی کتابیں ایک نہیں کئی ایک متداول ہیں۔ درس تدریس اور تصنیف و تالیف اُس کی جاری ہی۔ اُس فن کو ایسا بے کار سمجھا جائے کہ محض ایک پڑھنے کا ہی۔ کام کا نہیں۔ تو اس سے بڑھکر کونسی بات ناقابل توجّہ والتفات ہوسکتی ہے ؛

اب ہم اپنے پیش کردہ خیال کی تائید کھلی لفظوں میں ماہرین اصول کے اقوال میں دکھلاتے ہیں۔ صدر الشریعہ صاحب "توضیح" فرماتے ہیں :۔

قولنا یتوصل بھا الیه الظاھر ان ھذا یختص المجتھد فان المبحوث عنه فی ھذا العلم قواعد یتوصل بھا الی لفقه فان المتوصل الی الفقه لیس الا المجتھد فان الفقه ھو العلم بالاحکام من الادلة التی لیس دلیل المقلد منھا۔ فاما المقلد فالدلیل عندہ قول المجتھد فالمقلد یقول ھذا الحکم واقع عندی لانه ادی الیه راءِ ابیحنیفة
(توضیح مع تلویح صہ۲۲)

اصول فقہ کے ساتھ فقہی مسائل تک پہونچنا خاص مجتہد کا کام ہی کیونکہ یہ ایسا علم ہی۔ کہ اسکے قواعد کے ساتھ مسائل فقہ کو مدلل سمجھا جاتا ہے اور مدلل فقہ کا سمجھنا مجتہد ہی کا کام ہی مقلد کا نہیں۔ مقلد کی دلیل تو اُس کے امام کا قول ہی مثلاً مقلد یوں کہتا ہی کہ یہ حکم میرے نزدیک صحیح ہے اسلئے کہ امام ابوحنیفہ کی رائے میں یہ صحیح ہے"

مختصر یہ کہ جو لوگ علم اصول کے استنباطی قواعد سے واقف ہیں اور مسائل کو دلائل سے جانتے ہیں وہ مجتہد ہیں اور جو لوگ محض شنید سے مانتے ہیں وہ مقلد ہیں۔ رہا یہ سوال جو عام طور پر آجکل لوگوں کے دل و دماغ میں آتا ہے کہ مجتہد کو تمام دنیا کے علوم حاصل ہونی چاہئیں کوئی آیت یا حدیث یا سلف کا کوئی قول اُس کی نظر سے مخفی نہ ہو۔ اسی لئے وہ کہا کرتے ہیں کہ آجکل کون ایسا ہے جسکو اتنا علم حاصل ہو اسی لئے اُن کے ذہن میں یہ خیال نہیں سما سکتا کہ کسی شخص کا مجتہد ہونا آجکل بھی ممکن بلکہ واقع ہے اسکا جواب بھی علماء اصول کے کلام میں ملتا ہے۔ علامہ صدر الشریعہ توضیح میں فرماتے ہیں :-

لا یراد به انه یکون بحیث یعلم بالاجتهاد حکم کل واحد لان العلماء المجتهدین لم یتیسر لهم علم بعض الاحکام مدة حیوتهم کابی حنیفة رحمه الله لم یدر الدهر (وفی التاریخ) سئل مالك عن اربعین مسئلة فقال فی ست وثلثین لا ادری بل شرط فیه ملکة الاستنباط الصحیح وهو ان یکون مقرونا بشرائط -

(صفحہ ۱۷ - ۱۸)

"یہ معنے نہیں کہ مجتہد اجتہاد کے ذریعہ سے ہر ایک حکم کو جان لیتا ہے کیونکہ بعض مجتہد ایسے بھی ہوئے ہیں جنکو بعض احکام ساری عمر بھی معلوم نہیں ہو سکے جیسے امام ابو حنیفہ نے دَھر کے معنے نہیں سمجھے اور امام مالک سے چالیس مسئلے پُوچھے گئے تو اُنہوں نے چھتیس ۳۶ میں لاعلمی کا اظہار کیا بلکہ شرط یہ ہے کہ صحیح استنباط اور استخراج کرنیکا اسکو ملکہ حاصل ہو جو اپنے شرائط کے ساتھ ہوتا ھے"

اس حوالہ سے یہ سوال حل ہو گیا کہ مجتہد کا وجود کیوں ممکن ہے اور محال نہیں۔

اب ہم چند بزرگوں کے نام بتلاتے ہیں جنکو مصنفین نے بعد ائمہ اربعہ کے مجتہد تسلیم کیا ہے:

فاضل "حبیب اللہ" مرحوم قندہاری "مغتنم الحصول" میں لکھتے ہیں کہ :-

قال بعضهم لا یختلف اثنان ان ابن عبد السلام وابن دقیق العید بلغا رتبة الاجتهاد

"دو آدمی بھی اس میں اختلاف نہیں کر سکتے کہ ابن عبد السلام اور ابن دقیق العید دونوں اجتہاد کے رتبہ کو پہونچ چکے تھے"

علامہ "ابن خلکان" نے اپنی کتاب "وفیات الاعیان" میں لکھا ہے کہ امام محمد بن جریر طبری مجتہد تھے۔ شیخ ابو داؤد شیرازی نے طبقات میں کہا ہے کہ "امام داؤد ظاہری مجتہد تھے" "ردّ المحتار" (شامی) میں ہے کہ کمال ابن الہمام درجہ اجتہاد کو پہونچ چکے تھے"
(مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر۔ جلد ۲ صفحہ ۳۸۸)

مولانا عبدالعلی بحر العلوم مرحوم شرح "مسلم الثبوت" میں فرماتے ہیں:-

ان من الناس من حکم بوجوب الخلو من بعد العلامة النسفی واختتم الاجتهاد به وعنوا الاجتهاد فی المذهب واما الاجتهاد المطلق فقالوا اختتم بالائمة الاربعة حتی اوجبوا تقلید هؤلاء علی الامة وهذا کله هوس من هوساتهم لم یأتوا بدلیل ولا یعبأ بکلامهم۔
(شرح مسلم ص)

"بعض لوگ قطعی طور پر کہتے ہیں کہ علامہ نسفی کے بعد اجتہاد فی المذہب بھی ختم ہوگیا اور مطلق اجتہاد تو ائمہ اربعہ کے بعد سے ختم ہے۔ اسی لئے امت کو ان ائمہ کی تقلید واجب کہتے ہیں اس قسم کے اقوال محض بے ثبوت ہوسات ہیں جن پر وہ کوئی دلیل نہیں لا سکتے"

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی علماء نے مجتہد لکھا ہے۔
(نزہۃ الخاطر ملا علی قاری۔ میزان کبریٰ شعرانی ص۲)

حضرت استاد الہند شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:-

فما یظن فیمن کان موافقا بشیخه فی اکثر المسائل لکنه یعرف لکل حکم دلیلا ویطمئن قلبه بذلك الدلیل وهو علی بصیرة من امره انه لیس بمجتهد ظن فاسد کذلك ما یظن من ان المجتهد لا یوجد فی هذه الازمنة اعتمادا علی الظن الاول بناء فاسد علی فاسد (عقد الجید ص)

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جو شخص اپنے امام کا اکثر مسائل میں موافق ہو اور ان مسائل کے دلائل بھی جانتا اور ان پر اسکا قلب علے وجہ البصیرت مطمئن ہو۔ ایسا شخص مجتہد نہیں۔ یہ خیال انکا گمان فاسد ہے اسی طرح یہ خیال کہ اس زمانہ میں کوئی مجتہد نہیں پایا جانا بناء فاسد علی الفاسد (یعنی یہ خیال بھی غلط ہے

حضرت شاہ صاحب کی تصریح سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ آجکل کے زمانہ میں جو علماء اپنے مذہب کو علےٰ وجہ البصیرت با دلیل صحیح جانتے ہیں چنانچہ بوقت تعلیم و تدریس اور بوقت مناظرہ اپنے امام کے مسائل کو قرآن و حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔ یا کرنے میں مستعد ہوتے ہیں۔ گو وہ اپنا نام مقلد تجویز کرتے ہیں۔ لیکن دراصل مقلد کہلانا انکا ایک معنی سے انکسار اور تواضع ہے۔ ورنہ اصل میں مجتہد ہیں ایسے علماء کو مجتہد نہ جاننا حضرت شاہ صاحب ظن فاسد اور گمان کاسد فرماتے ہیں۔ دوم یہ کہ جو لوگ اس زمانے میں مجتہد کے ہونے کے منکر ہیں انکا خیال ہی غلط ہے صحیح یہ ہے کہ مجتہد کوئی وہبی مرتبہ یا وراء العقل رتبہ نہیں بلکہ کسبی ہے جس کے اصول وضوابط کتب اصول میں مذکور ہیں جیسے صرف و نحو اور منطق وغیرہ کے قواعد کو جاننے سے آدمی صرفی۔ نحوی اور منطقی بن سکتا ہے اسی طرح "نصاب اجتہاد" یعنی اصول فقہ کو بغور پڑھنے اور اُنپر قدرت رکھنے سے مجتہد بن سکتا ہے۔ وذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء۔

فصل پنجم

تقلید

یہ امر بالکل صاف اور ظاہر ہے کہ جو شخص علم نہ رکھتا ہو وہ علم دار کی پیروی کرے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے :۔

فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ	اگر تم نہیں جانتے تو جاننے والوں سے دلیل کے ساتھ دریافت کر لیا کرو۔"

اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں پھر آجکل تقلید اور عدم تقلید میں کیوں اس قدر اختلاف ہوا ہے کہ یہی مسئلہ دو فرقوں میں حد فاصل بنکر اسلامی جمعیت کو دو مختلف بلکہ متضاد حصوں میں منقسم ہونیکا سبب بنا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کے متعلق

ذرہ تفصیل سے لکھیں اور اپنے التزام کے موافق علم اصول ہی سے اسکا حل کرائیں۔
اجتہاد کی تعریف اتنی مشکل نہیں جتنی "تقلید" کی تعریف کو علماء اصول نے مشکل محسوس کیا ہے۔ عام طور پر تقلید کی جو تعریف کی جاتی ہے وہ "مسلم الثبوت" کے الفاظ میں یہ ہے کہ :-

التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجة (مسلم ص۲۸۹) فالتقلید العمل بقول غیرک من غیر حجت - (مختصر ابن حاجب مع شرح جلد ۲ ص۳۰۵)	بغیر دلیل کسی کے قول پر عمل کرنا تقلید ہے۔ مختصر الاصول ابن حاجب میں بھی انہی الفاظ سے کی گئی ہے"

اس تعریف پر ایک بڑا سوال یہ وارد ہوتا ہے کہ من غیر دلیل چونکہ العمل کے متعلق ہے۔ یعنے یہ معنے ہوئے کہ کسی شخص کے قول کی بے دلیل پیروی کرنے کا نام تقلید ہے۔ حالانکہ مقلد جو اپنے امام کی پیروی کرتا ہے تو حکم شریعت سے کرتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ایسا آیا ہے کہ اگر تم نہیں جانتے تو جاننے والوں کو پوچھو۔ اس تعریف سے معلوم ہوا کہ آجکل کے مقلد۔ مقلد نہیں۔ کیونکہ تقلید کے معنے ہیں کسی ایسے شخص کی بات کو ماننا جس کی بات ماننے کا حکم نہ ہو۔ اور امام مجتہد کی بات ماننے کا تو حکم ہے۔ چنانچہ مقلدین بوقت مباحثہ ان دلائل کا ذکر بھی کیا کرتے ہیں۔ تو پھر مقلد کیسے ہوئے۔ مقلدین کا اس تعریف کو مانکر تقلید کے ثبوت میں دلائل دینا اپنے دعوے کا ابطال کرنا ہے۔

اس مشکل کو علماء اصول نے خود ہی محسوس کیا ہے اسی لئے "مختصر الاصول" ابن حاجب اور "مسلم الثبوت" میں لکھا ہے کہ :-

ولیس الرجوع الی الرسول والی الاجماع والعامی الی المفتی والقاضی الی العدول بتقلید لقیام الحجة (جلد ۲ صفحہ ۳۰۵)	رسول کی بات ماننا یا اجماع پر عمل کرنا یا بے علم کا مجتہد کی قول پر عمل کرنا۔ قاضی کا گواہوں کی قول پر عمل کرنا تقلید نہیں کیونکہ اس کی دلیل موجود ہے شرع شریف نے ایسا کرنیکا حکم فرمایا ہے"

ہر ایک زمانہ میں مقلدین دو قسم پر ہوتے ہیں (الف) علماء جو علوم آلیہ اور عالیہ سے

واقف ہیں۔ دعوٰی کی دلیل اور دلیل کی تطبیق سمجھ سکتے ہیں۔ یا کم سے کم فقہ میں کتاب "ھدایہ" پڑھ پڑھا سکتے ہیں۔ ایسے لوگ تو بقول حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ مجتہد ہیں (ب) دوسرے وہ لوگ جن کو علوم سے حصّہ نہیں بلکہ محض جاہل ہیں ایسے لوگوں کو حکم ہے کہ وہ علماء کی پیروی کریں تو تقلید کی مذکورہ بالا تعریف کے مطابق یہ بھی مقلد نہ ہوئے۔ علماء اصول نے اس مشکل سوال کا جواب دو طرح سے دیا ہے ایک تو بالتسلیم دوسرا بتغییر تعریف۔ چنانچہ

ولا مشاحۃ فی التسمیۃ (ابن حاجب) ولو سمی ذٰلک او بعض ذٰلک تقلیدا کما سمی فی العرف اخذ المقلد العامی بقول المفتی تقلیدا فلا مشاحۃ فی التسمیۃ والاصطلاح (شرح القاضی عضد الدین لمختصر ابن حاجب جلد ۲ صفحہ ۳۰۵)	مختصر الاصول میں علامہ ابن حاجب اور اس کی شرح میں قاضی عضد الدین فرماتے ہیں کہ عامی کو مقلد کہنا ایک اصطلاح ہے۔ اصطلاح پر کوئی اعتراض نہیں (یعنی حقیقتاً وہ مقلد نہیں)

دوسرا طریق جواب کا وہ ہے جو علامہ ابن السبکی نے اختیار کیا ہے کہ تقلید کی تعریف ہی بدل دی یعنی "معرفت" کا لفظ بڑھا دیا۔ پس انہوں نے تقلید کی تعریف یوں کی کہ :-

التقلید اخذ القول من غیر معرفۃ دلیلہ (جمع الجوامع لابن السبکی۔ جلد ۲ ص۳۵۱)	"کسی بات کو قبول کرنا اس کی دلیل پہچاننے کے بغیر"

اس تعریف پر وہ اعتراض نہ ہوگا۔ کیونکہ عامی کو عالم کی پیروی کا حکم ہے۔ وہی حکم اس کی پیروی کی دلیل ہے مگر عالم جو مسئلہ بیان کرے اس کی دلیل تو وہ نہیں سمجھ سکتا پس یہی تقلید ہے اور یہی صحیح ہے :۔

وقد بقی خبایا فی الزوایا۔ ابھی ایک اعتراض اس تعریف پر بھی وارد ہے کہ کتب فقہ کے مصنف مثل صاحب ہدایہ اور اس کے پڑھنے پڑھانے والے طلباء اور علماء جو امام کے اقوال کی دلیل کو پہچانتے اور دوسرے لوگوں کو پہچنواتے ہیں اور مرید ان

مناظرہ میں دلائل مبسوطہ بیان کرنے پر اُن کو قدرت ہے اس تعریف کے مطابق مقلد نہیں ہو سکتے۔ علامہ "جلال محلی" نے "جمع الجوامع" کی شرح میں اس کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:۔

واخذ قول الغیر مع معرفة دلیله فهو اجتهاد وافق اجتهاد القائل (جلد ۲ صفحہ ۲۵)	کسی قول کو دلیل کے ساتھ پہچان کر قبول کرنا یہ اجتہاد ہے۔ جو قائل اول کے اجتہاد سے موافق ہے"

مختصر یہ کہ تقلید کی مشہور تعریف کے مطابق تو کوئی شخص (عامی اور خاصی) مقلد نہیں ہو سکتا۔ دوسری تعریف کے مطابق عامی مقلد کی تعریف میں داخل ہیں اور خواص جنکو امام کے قول کی دلیل معلوم ہے وہ تقلید سے خارج پکے غیر مقلد خواہ وہ اپنا نام مقلد ہی تجویز کریں:۔

اس تحقیق کے بعد ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ بغیر معرفت دلیل امام کے قول کو لینا جائز اور خود ائمہ دین کا پسندیدہ بھی ہے یا نہیں۔ اس بارہ میں بھی ہم اپنے کسی خیال یا مقال کو پیش کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ خود امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول کافی جانتے ہیں۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی امام صاحب کا قول لکھتے ہیں:۔

قال ابوحنیفة حرام علی من لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی (میزان شعرانی جلد ا صفحہ ۵)	جو شخص میرے کلام کی دلیل نہ جانے اُسی میری قول پر فتوے دینا حرام ھی"

استاد الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے حافظ ابن حزم محدث کا قول نقل کیا ہے کہ:۔

التقلید حرام ولا یحل لاحد ان یاخذ قول احد غیر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بلا برهان لقوله تعالیٰ اِتَّبِعُوا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ	تقلید حرام ہے اور کسی کو حلال نہیں ہے کہ سوائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی کے قول کو بلا دلیل اخذ کرے بدلیل اس آیت کے "چلو اُسی پر جو اُترا تم پر تمہارے رب سے اور نہ چلو اس کے سوا اور رفیقوں کے پیچھے"

وقوله تعالى وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا وقال تعالى مادحا لمن لم يقلد فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَأُولٰئِكَ هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ وَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فلم يبح الله تعالى الرد عند التنازع الى احد دون القرآن والسنة وحرم بذلك الرد عند التنازع الى قول قائل لانه غير القرآن والسنة وقد صح اجماع الصحابة كلهم اولهم عن آخرهم واجماع التابعين اولهم عن آخرهم واجماع تبع التابعين اولهم عن آخرهم على الامتناع والمنع من ان يقصد احد الى قول انسان منهم او ممن قبلهم فياخذه كله

اور بدلیل اس آیت کے "جو انکو کہیں چلو اُسپر جو اُتارا اللہ نے کہیں نہیں بلکہ چلیں گے ہم جسپر دیکھا ہم نے اپنے باپ دادوں کو" اور اللہ تعالیٰ اُس کی مدح میں جو تقلید نہ کرے۔ فرماتا ہے "تو خوشی سے سُنا میرے بندوں کو جو سُنتے ہیں بات اور پھر چلتے ہیں اُس کے نیک پر وہی ہیں جن کو راہ دی اللہ نے اور وہی ہیں عقل والے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پھر اگر جھگڑ پڑو تم کسی چیز میں تو اُس کو رجوع کرو اللہ اور رسول کی طرف اگر تم یقین رکھتے ہو اللہ پر اور پچھلے دن پر۔ سو اللہ تعالےٰ نے تنازع کے وقت حادثہ پیش کرنا بجز قرآن اور حدیث کے کسی طرف مباح نہیں کیا اور اسی سے تنازع کے وقت قول قائل کی طرف رد کرنا حرام ہوگیا۔ اس لئے وہ غیر بجز قرآن اور حدیث کے ہے اور بلشبہ تمام صحابہ کا اجماع اوّل سے آخر تک اور تابعین کا اجماع اول سے آخر تک اور تبع تابعین کا اجماع اوّل سے آخر تک اس تقلید سے باز رہنے پر اور منع کرنے پر ثابت ہو چکا ہے۔ کہ کوئی شخص اپنے میں سے کسی انسان کو قول کی طرف یا اپنے سے پہلے کے قول کیطرف قصد کرے پھر وہ تمام اقوال کو اخذ کرے

فليعلم من اخذ بجميع اقوال
ابی حنيفة اوجميع اقوال
مالك رح اوجميع اقوا ل
الشافعی رح اوجميع اقوال احمد رح
ولا يترك قول من اتبع منهم اومن غيرهم
الی قول غيره ولم يعتمد علی ماجاء فی
القرآن والسنة غير صارف ذلك
الی قول انسان بعينه انه قد
خالف اجماع الامة كلها اولها
عن آخرها بيقين لا اشكال فيه،
وانه لايجد لنفسه سلفا ولا
اماما فی جميع الاعصار المحمودة
الثلثة فقد اتبع غير سبيل المؤمنين
نعوذ بالله من هذه المنزلة وايضا
فان هؤلاء الفقهاء كلهم قد نهوا
عن تقليدهم وتقليد غيرهم
فقد خالفهم من قلدهم وايضا
فما الذی جعل رجلا من هؤلاء
اومن غيرهم اولی بان يقلد من
عمر بن الخطاب رض اوعلی بن ابی
طالب رض وابن مسعود اوابن عمر او
ابن عباس اوعائشة ام المؤمنين
فلو ساغ التقليد لكان كل واحد

پس جس شخص نے امام ابوحنیفہ رح کے تمام
اقوال یا امام مالک رح کے تمام اقوال یا امام
شافعی رح کے تمام اقوال یا امام احمد رح کے تمام
اقوال اخذ کئے اور ان میں سے یا اُن سے علاوہ
اپنے متبوع کا قول چھوڑ کر غیر کا قول نہیں لیتا
اور جو قرآن اور حدیث میں آیا ہے۔ اُس پر
اعتماد نہیں کرتا۔ اُس کو کسی انسان معین کے
قول سے مطابق کرلے تو وہ خوب سمجھ لے
کہ اُس نے تمام امت اوّل سے آخر تک کا
یقیناً خلاف کیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں
ہے اور وہ اپنے واسطے ساری تینوں زمانہ
محمودہ میں نہ سلف پاتا ہے اور نہ امام۔ سو
اُس نے بے شک مؤمنین سے الگ راہ
اختیار کی۔ اِس درجہ سے خدا کی پناہ
اور یہ بھی ہے کہ اس تمام جماعت فقہاء
نے اپنی تقلید سے اور غیر کی تقلید سے
بے شک منع کیا ہے تو جس نے اُن کی تقلید
کی اُنکا خلاف کیا اور علیٰ ہذا القیاس ایک
یہ بات ہے کہ جس نے اس جماعت میں سے
یا ان کے علاوہ ایک شخص کی تقلید کی عمر بن
الخطاب یا علی ابن ابیطالب یا ابن مسعود یا
ابن عمر یا ابن عباس یا ام المؤمنین عائشہ رض سے
اولےٰ کر دیا پس اگر تقلید جائز ہوتی تو جماعت صحابہ

من ھؤلاء احق بان یتبع من غیرہ انتھٰی (عقید الجید ص۴۰-۴۲)

میں سے ہر ایک تقلید کے لئے غیر کی نسبت زیادہ سزاوار ہوتا"

بظاہر یہ قول کیسا سخت ہے مگر اُستاد الہند اسکا محمل تبلاتے ہیں کہ :-

انما یتم فیمن له ضرب من الاجتھاد ولو فی مسئلة واحدة وفیمن ظھر علیه ظھورًا بینًا ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم امر بکذا او نھی عن کذا وانه لیس بمنسوخ (عقد الجید ص۴۲)

یہ اُس شخص کے حق میں ٹھیک ہے جسکو کچھ حصّہ اجتہاد کا حاصل ہو خواہ ایک ہی مسئلہ میں ہو اور اُس شخص کے حق میں صحیح ہے۔ جس کو یہ بات خوب واضح ہو جائے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا حکم یا منع فرمایا ہے یا یہ غیر منسوخ ہے

اِس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ عمر کا کچھ حصّہ تحصیل علوم میں خرچ کر کے علوم آلیہ اور عالیہ میں دستگاہ رکھتے ہیں اور علوم تفسیر۔ حدیث اور فقہ کو باقاعدہ پڑھتے ہیں۔ اُن کے حق میں نہ تو تقلید کی تعریف صادق آتی ہے نہ وہ کسی طرح مقلد کہلا سکتے ہیں۔ بلکہ وہ ایک معنی سے اچھے خاصے مجتہد ہیں۔

رہے وہ لوگ جو نہ تو بالکل جاہل ہیں نہ پُوری عالم بلکہ متوسطین سے ہیں ایسے لوگ نہ تو اصول شرع سے پُوری واقف ہیں کہ خود مجتہد ہوں نہ بالکل جاہل ہیں کہ تقلید کریں ایسے لوگوں کا فیصلہ بھی علماء اصول نے کر دیا ھے جتنا اُن کو علم ہے اُس سے خود کام لیں جتنا معلوم نہیں وہ اپنے سے زیادہ علم والے سے پوچھیں۔ مسلم الثبوت میں ہے :-

اختلف فی تجزی الاجتھاد فالاکثر نعم ومنھم الغزالی وابن الھمام وھو الاشبه (مسلم الثبوت ص۲۷۷)

تقسیم اجتہاد میں اختلاف ہے۔ بہت علماء جائز کہتے ہیں اُنہی میں سے امام غزالی اور ابن الہمام ہیں اور یہی صحیح تر ہے"

ہاں ایک بات باقی رہی کہ اہل علم تو اپنے علم کیوجہ سے حد تقلید سے نکل سکتے ہیں عوام جن کے حق میں تقلید کی تعریف صادق آتی ہے۔ اور اُن کو تقلید سے چارہ

بھی نہیں وہ کیا کریں؟ کس کی تقلید کریں؟

اس کے جواب سے بھی علماء سلف نے ہمیں سبکدوش فرما دیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے زمانہ سلف کا طریق عمل لکھا ھے جو درج ذیل ھے۔ جناب ممدوح فرماتے ہیں:۔

واعلم ان الناس کانوا فی المائة الاولیٰ والثانیة غیر مجتمعین علی التقلید لمذھب واحد بعینه قال ابوطالب المکی فی قوت القلوب ان الکتب والمجموعات محدثة و القول بمقالات الناس والفتیا بمذھب الواحد من الناس و اتخاذ قوله والحکایة له فی کل شئ والتفقة علیٰ مذھبه لم یکن الناس قدیماً علیٰ ذٰلك فی القرنین الاولی والثانی انتھٰی (انصاف ص ۵)	جاننا چاہیئے کہ پہلی اور دوسری صدی میں لوگ ایک مذہب معین کی تقلید پر متفق نہ تھے۔ چنانچہ ابوطالب مکی نے قوت القلوب میں کہا ہے کہ کتابیں اور مجموعے سب نئے نکلے ہوئے ہیں اور لوگوں کے اقوال کا بیان کرنا اور ایک شخص کے مذہب پر فتوے دینا اور اُس کے قول کو اختیار کرنا اور ہر چیز میں اُس کی نقل کرنی اور اُس کے مذہب پر اعتماد کرنا اوّل اور دوم قرنوں میں لوگوں کا دستور نہ تھا۔

یہ تفصیل تمام مباحث کے تصفیہ کے لئے کافی جواب ہے کیا آجکل اس طریق کا رواج نہیں ہو سکتا کہ عامی آدمی جس عالم سے چاہے سوال کرے کہ مولانا! خدا اور رسول کا اس میں کیا حکم ہے؟ عامی (بے علم) کا اس سے زیادہ فرض نہیں۔ اور نہ عامی کو اتنی لیاقت ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ صاحب کے باریک مسائل سمجھ سکے۔ نہ اُس میں امام شافعی کی فقہ پڑھنے کی قابلیت ہے اسی لئے تو خود علماء فقہ عامی کو نہ حنفی کہتے ہیں نہ شافعی نہ مالکی نہ حنبلی بلکہ وہ صاف کہتے ہیں کہ بے علم (عامی) کا حنفی یا شافعی کہلانا ایسا ہی ہے جیسے وہ اپنے آپ کو بڑا عالم کہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:۔

قالوا العامی لا مذهب له بل
مذهبه مذهب مفتیه وعلله
فی شرح التحریر بان المذهب انما
یکون لمن له نوع نظر واستدلال
وبصر بالمذاهب علی حسبه او
لمن قرء کتابا فی فروع ذلک المذهب
وعرف فتاوی امامه واقواله
واما غیره ممن قال انا حنفی
او شافعی لم یصر کذلک بمجرد
القول کقوله انا فقیه او نحوی
(رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۱۹۶)

علماء نے کہا ہے کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں۔
بلکہ اُس کا مذہب وہی ہے جو اُس کے مفتی کا
ہے۔ شرح تحریر میں اس کی دلیل یوں دی ہے
کہ مذہب تو اُسکا معتبر ہوتا ہے جس کو کسی قسم
کی لیاقت، نظر استدلال اور مذاہب کی
واقفی حاصل ہو۔ جس نے اُس مذہب کے
فروعات کی کوئی کتاب پڑھی اور اپنے امام کے
فتاوے اور اقوال کی پہچان کی ہو۔ لیکن جو شخص
ایسا نہیں اور وہ کہے میں حنفی یا شافعی ہوں
محض کہنے سے ایسا نہیں ہوسکتا یہ قول اُسکا بالکل
ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ کہے میں فقیہ ہوں یا بڑا نحوی ہوں۔

پس مطلع صاف ہے کہ جو لوگ علم سے کچھ خدا داد حصہ رکھتے ہیں وہ تو اپنے علم سے کام لیں جو کچھ اُن کی دیانت اُن کو راہ نمائی کرے بپابندی قواعد علم اُسپر عمل کریں اور جو لوگ بے علم ہیں وہ اہل علم سے دریافت کر کے خدا و رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی تعمیل کریں۔ اور بس۔ اہل علم (لخواص) پر تقلید کی تعریف صادق نہیں۔ عوام بے علم کے لئے حنفی۔ شافعی کا لقب موزون نہیں۔ نتیجہ یہ کہ ؎

ما مسلمانیم از فضل خدا۔ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

فصل ششم

تفسیر اور حدیث

"نصاب اجتہاد" کے بعد "نصاب تفسیر" کا بتلانا بھی ضروری ہے۔
"نصاب اجتہاد" تو علماء اصول نے مقرر کیا ہے مگر "نصاب تفسیر" خود خدا تعالیٰ نے

بتلادیا ہے "علم تفسیر" کی تعریف ہے "وہ علم جس سے قرآن مجید کا صحیح مطلب سمجھ میں آوے" قرآن مجید کا صحیح مطلب کیونکر سمجھ میں آسکتا ہے اسکا ذکر خود قرآن مجید میں ملتا ہے۔ ارشاد ہے کہ:-

اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ اِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ۝	ہم (خدا) نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم اس کو سمجھو۔ ہم (خدا) نے اس (قرآن) کو تیری (عربی) زبان میں آسان کیا تاکہ تُو پرہیزگاروں کو خوشخبری دے اور مخالفوں کو ڈرا دے"

قرآن مجید چونکہ عربی زبان میں ہے اس لئے عربی زبان کے قواعد اور اُس کے رموز اور غوامض بتلانے اور سکھلانے والے جتنے ہیں سب کو "نصاب تفسیر" میں دخل ہے صرف۔ نحو۔ بیان۔ معانی۔ لغت۔ اصول۔ ادب وغیرہ چنانچہ اُستاد الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:-

ان الخطاب ورد بلسان العرب فمن لم یعرف لا یقف علےٰ مراد الشارع (عقد الجید ص)	قرآن مجید میں خطاب عربی زبان میں آیا ہے پس جو شخص عربی سے واقف نہیں۔ وہ متکلم (خدا) کی مراد نہیں پا سکتا"

امام رازی کا پایہ علوم آلیہ اور عالیہ خصوصاً علم تفسیر میں اہل علم سے مخفی نہیں۔ امام ممدوح نے صحیح اور غلط تفسیر یعنی تفسیر بالرائے کے متعلق ایک قانون بیان کیا ہے جو اہل علم کے قابل دید و شنید ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

متی تکلم فی القراٰن من غیر ان یکون متبحرا فی اصول و فی علم اللغت والنحو کان فی غایة البعد عن اللہ ولھذا قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم من فسر القراٰن برائہ فلیتبوء مقعدہ من النار (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۲۳)	جب کوئی شخص بغیر تو دیدی و قفی حاصل کرنے علم اصول علم لغت اور علم نحو وغیرہ کے تفسیر القرآن میں کلام کرتا ہی تو وہ خدا سے نہائت دور ہوتا ہو (یعنی اُسکی تفسیر غلط ہوتی ہی) اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو جو کوئی قرآن شریف کی تفسیر رائے سے کرے وہ جہنم میں اپنا مکان بنا دے"

ایک اور مقام پر اسی قول کی تائید میں فرماتے ہیں :-

ان القرآن نزل بلغة العرب فلا یجوز حملها علی خلاف مالا یکون جائزا فی لغت العرب (جلد اول ص۱۶۲)	قرآن چونکہ عربی زبان میں اُترا ہے اسلئے خلاف لغت عرب اس کی تفسیر نہ کی جاویگی (یعنی صحیح نہ ہوگی)

یہی مضمون تفسیر کبیر جلد اول کے صفحہ ۲۴۲ پر بھی ہے -

ہماری خیال میں یہ دعوٰی کہ "نصاب تفسیر" انہی مجموعہ علوم کا نام ہے ایک بدیہی دعوٰے ہے اس کے ثبوت کے لئے ہم کہانتک حوالے نقل کریں اور کیوں کریں - بحالیکہ یہ کوئی قرآن مجید ہی سے مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک کتاب کی تفسیر اور تشریح کے لئے یہی قاعدہ ہے اسی لئے ہر ایک زبان میں یہ عام اصول ہے کہ جب کبھی کسی دوسری زبان کے مضمون کو اس میں لاتے ہیں پہلے اُس کے حل لغات کرتے ہیں پھر اُسکے محاورات بتلاتے ہیں - کبھی اُس کی ترکیب سمجھاتے ہیں - جن لوگوں نے تفسیر "بیضاوی" "کشاف" "کبیر" "فتح البیان" وغیرہ دیکھی ہونگی - وہ اس بیان کی تصدیق کرسکتے ہیں کہ کہانتک یہ بزرگ قرآن مجید کی تفسیر میں اشعار عرب سے نظائر اور شہادات لاتے ہیں - اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ممبر پر فرمایا تھا - قال عمر

ایھا الناس علیکم بدیوانکم لا تضلوا قالوا ما دیواننا قال شعر الجاھلیة فیه تفسیر کتابکم (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۲۲)

(اے لوگو! اپنے عربی اشعار یاد کیا کرو - اُن میں کتاب اللہ کی تفسیر ہے)

مولانا نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم بھوپالی فرماتے ہیں :-

ارکان اللسان العربی اربعة وھی اللغة والنحو والبیان والادب و معرفتھا ضروریة علی اھل الشریعة اذ ماخذ الاحکام الشرعیة کلھا من الکتاب والسنة وھی بلغة العرب	عربی زبان کے ارکان چار ہیں - لغت - نحو - بیان اور ادب ان کی معرفت اہل شریعت پر ضروری ہے کیونکہ تمام احکام شرعیہ کا اخذ قرآن و حدیث ہے اور وہ عربی زبان میں ہیں -

ونقلتها من الصحابة والتابعين عرب وشرح مشكلاتها من لغاتهو فلا بد من معرفة العلوم المتعلقة هذا اللسان لمن اراد علم الشريعة (ابجد العلوم ص۱۴۲)	اور احکام شرعیہ کے ناقل صحابہ اور تابعین بھی عربی ہیں اور اُنکی مشکلات کی شرح بھی اُنہی کے لغات عربی میں ہے پس جو کوئی شرعی علوم کو حاصل کرنا چاہیے اُس کو اُن علوم کا جاننا ضروری ہے جو عربی زبان کی متعلق ہیں"

ہم ضرورت نہیں جانتے کہ اِس بدیہی دعوے کا ثبوت کہانتک دیں اور کیوں دیں؟

آجکل ایک دھیمی سی آواز ہماری کانوں میں آتی ہے کہ تفسیر کے لئے یہی نصاب ہے کہ جو معنے سلف نے کئے ہیں اُن کے مطابق تفسیر صحیح ہے باقی غلط۔ گویا ایسے قائلین کے نزدیک "نصاب تفسیر" بہت مختصر ہے جس میں نہ علم صرف کی ضرورت ہے نہ نحو کی نہ بیان کی۔ نہ معانی کی نہ لغت کی۔ نہ ادب کی نہ اصول کی۔ نہ کسی کی۔ کوئی صاحب اسکا قائل ہو تو ہو۔ مگر ایسا شخص جس نے علوم آلیہ میں کچھ وقت لگایا ہو۔ یہ نہیں کہہ سکتا اسی لئے ہماری ملک پنجاب کے مشہور عالم مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی (مرحوم) جب کسی مخالف کی بڑی سختی سے تردید کرتے ہیں۔ تو اُس کے حق میں اتنا کہنا کافی جانتے ہیں کہ وہ علم آلیہ (صرف نحو۔ معانی۔ بیان وغیرہ) سے خالی ہے اس لئے وہ ترجمہ اور تفسیر کرنے میں دھوکہ کھاتا ہے (اشاعت السنہ جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۲) کیونکہ مولانا ممدوح کے نزدیک علوم ادبیہ۔ صرف۔ نحو۔ بیان۔ ادب وغیرہ قرآن مجید کے لئے موقوف علیہ ہیں (اشاعت السنہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲)

ہم بچشم خود دیکھتے ہیں کہ تفسیرات سلف میں اتنے اختلافات ہیں کہ کسی علوم کی جزئیات میں نہونگے۔ ایک معنے ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اُن کے شاگرد رشید نقل کرتے ہیں۔ مگر خود اُس کے خلاف کہتے ہیں۔ عکرمہ اور مجاہد کے اقوال ابن عباس کے غیر ہوتے ہیں۔ یہانتک کہ متاخرین مفسرین بھی بعض دفعہ بڑے بڑے جلیل القدر

صحابہ کے اقوال کو رد کرتے نظر آتے ہیں۔ تفسیر کبیر۔ بیضاوی۔ معالم۔ خازن وغیرہ معتبر تفاسیر ہماری سامنے موجود ہیں جس کی تفصیل اور امثلہ ہمارے رسالہ "اتباع سلف" میں قدری مل سکتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کونسا معیار ہے جس کی بنا پر سلف میں ایک نے دوسرے کے قول کو چھوڑا۔ اور ایک الگ قول ایجاد کیا۔ اس کے جواب میں ہم اپنی طرف سے کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ صرف ایک دو مثالیں تفاسیر سے نقل کر دیتے ہیں۔ ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں۔

تفسیر "معالم" اور "خازن" میں ہے:-

(حَصُوْرًا) قال ابن عباس وغيره من المفسرين الحصور الذى لا ياتى النسآء ولا يقربهن × وفيه قول اٰخر وهو ان الحصور هو الممتنع عن الوطئ مع القدرة عليه وهذا القول هو الصحيح وهو اليق بمنصب النبوة (خازن جلد اول ص۲۳۲ + معالم جلد اول ص۱۵۶)

ابن عباس وغیرہ مفسرین نے کہا ہے حصور (جو حضرت یحییٰ کی صفت میں آیا ہے) کے معنے ہیں جو عورتوں کے پاس نہ جائے۔ بعض کہتے ہیں "حصور" وہ ہے جو باوجود قدرت کے جماع کرنے سے رکے" یہی قول صحیح ہے" اور منصب نبوت کے لائق بھی یہی ہے"

اس تفسیر میں علامہ خازن نے صاف لفظوں میں ابن عباس کے قول کو نہ صرف مرجوح بلکہ غلط قرار دیا ہے (کیوں؟ اسکا جواب قابل غور ہے)

امام رازی آیت هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ کی تفسیر میں کہتے ہیں:-

المروی عن ابن عباس هو الذى خلقكم من نفس واحدة وهى نفس اٰدم وخلق منها زوجها اى حواء × واعلم ان هذا التاويل فاسد ويدل عليه وجوه (تفسیر کبیر جلد ۴ ص۳۴۱)

ابن عباس سے مروی ہے کہ نفس واحد سے مراد نفس آدم ہے اُس سے اُس کی بیوی حوا کو پیدا کیا"۔ ابن عباس کا یہ قول نقل کر کے امام ممدوح کہتے ہیں جان رکھو یہ تفسیر بالکل غلط ہے اور اسکی غلط ہونے پر کئی ایک دلائل دلالت کرتے ہیں

مفسرین نے آزادی کو یہاں تک قائم رکھا اور نباہا ہے کہ بعض اوقات وہ ایک ایسے متاخر کے قول کو تمام متقدمین پر ترجیح دے جاتے ہیں جس کو باعتبار اُس کے مذہب اور بلحاظ اُس کے عام اعتقاد کے کسی طرح قابل عزت نہیں جانتے۔ تفسیر کبیر کے مطالعہ کرنیوالوں پر مخفی نہ ہوگا کہ امام رازی مرحوم معتزلہ کی تردید میں کہاں تک ادھار کھائے ہوئے ہیں۔ یُوں کہنا شائد مبالغہ میں داخل نہ ہوگا کہ خواب میں بھی وہ بولتے ہیں تو معتزلہ کی تردید میں بولتے ہیں۔ بایں ہمہ وہ جہاں ابو مسلم معتزلی کا قول اپنے خیال میں صحیح پاتے ہیں تو بصد شکریہ قبول کرتے ہیں۔ اُنکو اسکے قبول کرنے سے یہ عار مانع نہیں ہوتا کہ یہی شخص ہے پیشتر جس کی تردید بلیغ کر آیا ہوں۔ کیونکہ ایسا کرنا خلاف شریعت کے علاوہ خلاف علم وعقل بھی ہے اسی لئے امام رازی مرحوم نے ایسے لوگوں کے مطاعن کا کوئی خیال نہیں کیا جو کہا کرتے ہیں کہ معتزلہ اور دیگر اہل بدعت کا خلاف کرنا اہل سنت کی علامت ہے۔ جس کے یہ معنے ہیں سے

جو نکلے جہاز اُنکا بچکر بھنور سے ❊ تو تم ڈال دو ناؤ اندر بھنور کے

امام ممدوح نے "تفسیر کبیر" میں کئی ایک جگہ ابو مسلم معتزلی کے قول کو ترجیح دی ہے۔ ملاحظہ ہو جلد اوّل الاصح قول ابی مسلم ص۲۴۵ (صحیح تر قول ابو مسلم کا ہے)

ایضاً جلد دوم ھٰذا تقریر قول ابی مسلم وھو فی غایۃ الصحت (ص۲۹۶)

اس کے مقابلہ میں امام ممدوح کا رویہ یہ بھی ہے کہ جس قول کو غلط سمجھتے ہیں فوراً رد کرتے ہیں خواہ وہ ابن عباس اور ابن مسعود جیسے کبار صحابہ کا بھی ہو۔ چنانچہ "گناہ کبیرہ" کی تفسیر کے متعلق ابن عباس اور ابن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم کا قول نقل کر کے کہتے ہیں واعلم ان ھٰذہ الاقوال ضعیفۃ (جان رکھ یہ اقوال سب بودے ہیں۔ جلد ۳ صفحہ ۲۱۳) بلکہ جلد ۲ صفحہ ۴۷۰ پر ابن عباس کا قول ناپسند کرنے کے علاوہ تمام مفسرین سابقین کے قول کی تردید ان لفظوں میں کی ہے:-

!قول قد بینا ما یدل علے فساد ھٰذا الکلام (ص۴۷۰) (اس کلام کا فساد ہم بتلاتی ہیں)

عام طور پر عوام اور خواص میں مشہور ہے کہ امام رازی امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں چنانچہ طبقات کی کتابوں میں ان کو شافعیہ کے طبقے میں لکھتے ہیں مگر امام ممدوح نے شافعی کے قول کو بھی تردید سے نہیں چھوڑا چنانچہ لکھتے ہیں :-

قال الشافعی القرآن لا ینسخ بالسنة وھذا ضعیف (تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۳۶۳)

یعنی امام شافعی کہتے ہیں قرآن حدیث کے ساتھ منسوخ نہیں ہوتا یہ قول انکا ضعیف ہے"

اللہ رے حریت! | یہ ہے علم کا مقتضا اور یہ ہے آزادی جو خاص اسلام ہی کے حصے میں آئی ہے - کیا سچ ہے ؎

غلاموں سے ہو جاتے تھے بند آقا

خلیفوں سے لڑتی تھی اک ایک بڑھیا

آہ یہ زمانہ کیسا علمی تنزل کا ہے کہ علم سے کام لینا بھی گناہ کبیرہ ہے - الی اللہ المشتکی - مختصر یہ کہ "نصاب اجتہاد" اور "نصاب تفسیر" میں کوئی بڑا فرق نہیں جیسے علوم آلیہ متعلقہ قرآن وحدیث اور خاص علم قرآن وحدیث اس میں داخل ہیں اس میں بھی داخل ہیں - یعنی نصاب تفسیر میں علوم آلیہ کے ساتھ علم حدیث کی بھی ضرورت ہے اس مسئلہ کی مزید توضیح ہماری رسالہ "اتباع سلف" میں مل سکتی ہے :

بعض لوگ اس مسئلہ پر کہ فن تفسیر میں اقوال سلف سے سر مو تفاوت جائز نہیں - سلف کے بعض اقوال کو سنداً پیش کیا کرتے ہیں - غالباً وہ مصادرہ علے المطلوب کے اصول سے غفلت کرتے ہیں اسی لئے امر متنازع کا ثبوت متنازع ہی سے دیتے ہیں جو اہل علم کی شان سے بعید ہے - متنازعہ کا ثبوت متفق علیہ سے ہوتا ہے - فافہم

دفع دخل | ممکن ہے بعض احباب ان اقوال مفسرین کو غلط سمجھکر کہیں کہ ہم ان اقوال کو جو سلف کے خلاف ہیں صحیح نہیں جانتے - بلکہ مفسرین مذکورین کی غلطی سمجھتے ہیں تو ایسے اصحاب کو واضح رہے کہ ہم بھی اس مقام پر ان اقوال کی تصحیح کے

ذمہ وار نہیں۔ نہ ہماری غرض ان اقوال کے نقل کرنے سے اِن آیات کی صحیح تفسیر بتلانا ہے۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ اِن مفسرین نے ایسا رویہ اختیار کیا۔ تو معلوم ہوا کہ مفسرین میں یہ اصول مسلمہ نہیں کہ آنکھیں بند کر کے اقوال سلف کی تقلید کی جاوے۔ ایسا ہوتا تو ایسے اکابر مفسرین اسکا خلاف نہ کرتے (بس) ؛

فصل ہفتم

ادلہ اربعہ اور اصول خمسہ

آبتک تو علماء اصول کے ہاں ادلہ اربعہ تھیں۔ یعنی قرآن۔ حدیث۔ اجماع اور قیاس۔ آجکل بعض معاصرین علماء بجائے ادلہ اربعہ کے اصول خمسہ کے قائل ہوئے ہیں۔ دوسروں کو بھی قائل کرنا چاہتے ہیں اس لئے ہم اُن اصول خمسہ کی بھی تحقیق کرتے ہیں۔ اُن اصول کا بیان یہ ہے :۔

(۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماع حقیقی (۴) اجماع سکوتی (۵) اقوال اختلافی میں سے کسی کی پابندی۔

(۱-۲) اوّل اور دوم یعنی قرآن مجید اور حدیث شریف بے شک واجب الاتباع ہیں۔ اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ ؛

(۳) اجماع کی حجیت کے متعلق سلف سے خلف تک اختلاف چلا آتا ہے مگر اس اختلاف کو بتلانے سے پہلے ہم اُس کی ماہیت امکان اور اطلاق وغیرہ کے متعلق علماء اصول کے اقوال سُنا لیں تو مزید بصیرت حاصل ہوسکتی ہے۔ مسلّم الثبوت میں ہے :۔

الاجماع اتفاق المجتهدين من هٰذه الامة في عصر على امر شرعي قال البعض النظامية والشيعة انه محال- ولو	اِس امت کے تمام مجتہدین کا کسی شرعی حکم پر ایک زمانہ میں جمع ہونا اجماع ہے بعض نظامیہ اور شیعہ اسکا وجود محال کہتے ہیں اگر وجود

سلم فالعلم به محال ولو سلم نقله الينا محال (مسلم ص۲۱۴)

مان لیں تو اسکا علم محال ہے اگر علم ہو بھی تو اسکا نقل ہو کر ہم تک پہونچنا محال ہے"

اس تعریف اور اشکال کے مطابق کسی مسئلہ یا واقعہ کی نسبت اجماع کا دعوٰی کرلینے سے جی ڈرتا ہے کیونکہ تمام دنیا کے علماء کا احاطہ محال ہے تو اُن کے اجماع کا دعوٰے کیسے صحیح ہوسکتا ہے اسی لئے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:-

ما يدعى فيه الرجل الاجماع فهو كذب من ادعى الاجماع فهو كاذب (اعلام الموقعين جلد اوّل ص۱۱) (مسلم الثبوت ص۲۱۷)

"جس بات میں اجماع کا دعوٰی کیا جائے وہ جھوٹ ہے اور جو شخص اجماع کا دعوٰی کرے وہ جھوٹا ہے"

مگر ہم اس موقع پر ان مشکلات پر سے بالا بالا گذر جاتے ہیں اور تسلیم کئے لیتے ہیں کہ اجماع کا وجود ممکن ہے اور اس کا علم بھی ہوسکتا ہے۔ تاہم اس کی حجیت میں سلف سے خلف تک اختلاف چلا آیا ہے چنانچہ "ارشاد الفحول" میں ہے:-

اختلف على تقدير تسليم امكانه فى نفسه وامكان العلم به وامكان نقله الينا هل هو حجة شرعية فذهب الجمهور الى كونه حجة وذهب النظام والامامية وبعض الخوارج الى انه ليس بحجة (ارشاد الفحول ص۷۰)

"اجماع کو ممکن مان کر اور اس کے علم اور نقل کا امکان بھی مان کر اس امر میں اختلاف ہوا ہے کہ کیا ایسا اجماع حجت شرعی ہے یا نہیں۔ جمہور علماء اس کو حجت کہتے ہیں۔ نظام اور امامیہ اور بعض خارجی اس کو حجت شرعی نہیں مانتے"

چونکہ اس مسئلہ (حجیت اجماع) میں اختلاف پیدا ہوا ہے اس لئے بحکم خداوندی

اِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللهِ والرسول (قران پارہ ۵ ع ۵)

"اگر تم میں اختلاف ہو تو اللہ کی کتاب اور پیغمبر علیہ السلام کی حدیث کی طرف رجوع کرو"

ضروری ہوا کہ متنازعہ فیہ امر کو متفق علیہ (قرآن وحدیث) سے ثابت کیا جائے چنانچہ قائلین علماء نے اس اصول کے مطابق قرآن وحدیث سے اجماع کو حجت بنانے کی کوشش کی ہے جو درج ذیل ہے۔ "ارشاد الفحول" میں ہے:-

فمن جملة ما استدلوا به قوله سبحانه ﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ (ا)

قائلین اجماع کی دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہو کہ خدا فرماتا ہے جو کوئی ہدائیت ظاہر ہونے کے بعد رسول خدا کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے خلاف راستے چلے۔ ہم خدا اُس کو اُسی طرف پھیر دینگے جدہر وہ پھرا اور اُس کو جہنم میں داخل کرینگے جو بہت بُری جگہ ہے“

اِس دلیل کا جواب منکرین اجماع کی طرف سے یُوں دیا گیا ہو جو صاحب ارشاد کے الفاظ میں نقل ہے:۔

واجیب بانه لا نسلم ان المراد بسبیل المؤمنین فی الآیة هو اجماعهم لاحتمال ان یکون المراد سبیلهم فی متابعة الرسول صلی الله علیه وسلم او فی مناصرته او فی الاقتداء به او فیما به صاروا مؤمنین وهو الایمان ومع الاحتمال لا یتم الاستدلال (ارشاد الفحول)

اس دلیل کا جواب اسطرح دیا گیا ہو کہ ہم نہیں مانتے کہ سبیل مُومنین سے مراد اُنکا اجماع ہی ہو سکتا ہو کہ مراد اس سے اُنکی متابعت ہو جو وہ رسُول کی کرتے ہیں یا جو اُس کی مدد کرتے ہیں یا جو اُس کی اقتدا کرتے ہیں یا جس امر کے باعث وہ مومن بنے ہیں یعنی ایمان[1] اور احتمال کے ہوتے ہوئے دلیل پُوری نہیں ہوسکتی“

تشریح اس جواب کی یہ ہے کہ اس آیت پیش کردہ کی تفسیر خود دوسرے مقامات قرآن مجید میں ملتی ہے چنانچہ ایک مقام پر فرمایا:۔

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (پارہ ۱۸ ع ۱۳)

مُومنوں کو جب اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ اُن میں فیصلہ کرے۔ تو وہ مُومن سب یہی کہتے ہیں کہ ہم نے سُنا اور تابع ہوئے یہی لوگ درحقیقت کامیاب ہیں“

ایک مقام پر مُومنوں کا نقشہ ایمان یُوں بتلایا ہے کہ:۔

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ﴾

محمد رسول اللہ اور اُن کے ساتھی کفار کے مقابلہ

[1] اس آیت کیطرح دوسری آیت میں سبیل المجرمین بھی آیا ہے جیسے وہاں مراد مجرموں کے جرم ہیں یہاں مراد مؤمنوں کا ایمان

مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (پارہ ۲۶ - ع ۱۲)	ڈٹے رہتے ہیں اور آپس میں ایکدوسرے پر رحم کرتے ہیں"

ایک اور مقام پر مؤمنوں کی پوری کیفیت یوں مرقوم ہے کہ :-

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ (پارہ ۱۸ - ع ۱۵)	بس مومن وہی ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لائے ہیں اور جب رسول کے ساتھ کسی ایسے کام میں ہوتے ہیں جسمیں اجتماع کی ضرورت ہو تو بغیر اجازت کے نہیں جاتے"

ان آیات میں مؤمنین کا طریق عمل بتلایا ہے کہ وہ خدا اور رسول کے احکام کی تعمیل کمال اخلاص سے کرتے تھے - پس جو کوئی ان کے راستہ (فرمانبرداری) کو چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کریگا - تو لامحالہ وہ راہ کفر اور ضلالت کی ہوگی" آخری توجیہ کی دلیل بھی خود علماء اصول کا ایک متفقہ مسئلہ ہے - جو یہ ہے کہ مشتق پر حکم لگانے میں مبدء (مصدر) علت ہوتا ہے - چونکہ اس آیت میں مشتق (مؤمنین) پر حکم ہے اس لئے علت اسکی مصدر (ایمان) ہوگا یعنی جو کوئی ایمان داروں کے خلاف راستہ اختیار کرکے بے ایمان کافر یا مرتد ہو اس کی جگہ جہنم ہے جو اس حکم کے مناسب ہے یہی معنے آیت کریمہ کے شان نزول کے بھی مطابق ہیں - جس کا بیان معالم التنزیل وغیرہ میں ہے کہ طعمہ بن ابیرق مرتد کے حق میں اتری تھی -

تفسیر خازن میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے ویتبع غیر طریق المؤمنین وما هم علیه من الایمان - ویتبع عبادة الاوثان - یعنی مؤمنوں کی راہ اتباع رسول اور ایمان ہے - تفسیر جلالین میں ایک ہی لفظ جامع مانع ملتا ہے ای طریقتهم الذی هم علیه من الدین بان یکفر یعنی مومنوں کی راہ چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ کفر اختیار کرے -

اس مضمون پر صاحب "ارشاد" نے بحوالہ امام رازی رحمہ اللہ بہت لمبی بحث کی ہے من شاء فلیرجع الیہ ؛

بعض احباب کرام نے مجھے فرمایا کہ عدم مناصرت یا عدم ایمان تو آیت موصوفہ کے پہلے جملہ یُشَاقِقِ الرَّسُولَ میں داخل ہے۔ اتباع غیر سبیل المؤمنین، جملہ ثانیہ ہی۔ اسکا مطلب الگ ہونا چاہئے۔ مطلب اُنکا یہ ھے کہ امام شوکانی کا احتمال صحیح نہیں۔ مَیں کہتا ہوں آپکا فرمانا بجا ہے مگر یہ تو فرماویں کہ جو شخص رسول سے شقاق کر چکا اُس کی نگاہ میں سبیل مؤمنین کی کیا وقعت باقی رہ سکتی ھے۔ جسکے لئے جملہ ثانیہ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ فرمایا ہے یہ اعلیٰ سے ادنےٰ کی طرف تنزّل کیسے۔ اسی لئے اِس آیت میں ویتبع عطف مغائرت نہیں بلکہ عطف تفسیر ھو۔

دوسری دلیل اِس دعوٰی (حجیت اجماع) پر قائلین اجماع کی طرف سے یہ دیگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے تم مسلمانوں کو متوسط امت بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اِس امت کے وسط ہونے کی خبر دی ہی اور وسط پسندیدہ ہوتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ نے اِس امت کی خیریت کی خبر دی ھی پھر اگر یہ امت بھی کوئی ناجائز کام کرے تو خیریت سے متصف نہ رہیگی اور جب ثابت ہوا کہ یہہ امت کسی قسم کا ناجائز کام کرنے پر اقدام نہیں کرتی تو واجب ہوا کہ انکا قول حجت شرعی ہو"

ومن جملة ما استدلوا به قوله سبحانه (وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ) فاخبر سبحانه عن كون هذه الامة وسطاً والوسط من كل شئ خياره فيكون تعالیٰ قد اخبر عن خيرية هذه الامة فلو اقدموا علیٰ شئ من المحظورات لما اتصفوا بالخيرية واذا ثبت انهم لا يقدمون علیٰ شئ من المحظورات وجب ان يكون قولهم حجة (ارشاد الفحول صفحہ ۷۳)

منکرین کی طرف سے اِس دلیل کے متعدد جوابات دئے گئے ہیں جو علامہ شوکانی نے ارشاد الفحول میں نقل کئے ہیں جنکی اخیر پر بطور اختصار یا نتیجہ کے لکھا ھی:۔

اِس آیت میں محل نزاع (اجماع) پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ اہل اجماع کے عدل ہونیسے

فليس فی الآية دلالة علی محل النزاع اصلاً فان ثبوت كون اهل الاجماع

بمجموعهم عدولا لايستلزم ان يكون قولهم حجة شرعية تعم بها البلوى فان ذلك امر الى الشارع لا الى غيره و غاية ما فى الآية ان يكون قولهم مقبولا اذا اخبرونا عن شئ واما كون اتفاقهم على امر ديني يصيره دينا ثابتا عليهم وعلى من بعدهم الى يوم القيامة فليس فى الآية ما يدل على هذا و لا هى مسوقة لهذا المعنى ولا تقتضيه بمطابقة ولا تضمن ولا التزام (ارشاد صفحہ ۷۳)

یہ لازم نہیں آتا کہ انکا قول عام معاملہ میں حجت شرعی ہو - یہ اختیار تو شارع کو ہے کسی غیر کو نہیں - زیادہ سے زیادہ کچھ ثابت ہے تو یہ کہ جب یہ لوگ (اہل اجماع) کسی واقعہ کی خبر بتلاویں تو وہ خبر بتلانا انکا معتبر ہوگا - لیکن یہ بات کہ کسی دینی بات پر اتفاق کرنے سے وہ بات دینی ہو جاوے اُن پر اور قیامت تک پچھلی لوگوں پر بھی سو یہ مضمون اس آیت میں نہیں؛ ورنہ ان معنے کے لئے انکا سیاق ہے نہ مطابقی نہ تضمنی اور نہ التزامی طور پر یہ آیت اس مضمون کو چاہتی ہے "

صاحب مسلم الثبوت نے اس دلیل پر صرف اتنی جرح کی ہی جو کافی سے زیادہ ہے فیہ ان العدالۃ لا تنافی الخطاء مطلقا (ص ۲۱۵) یعنی عدالت خطاء کے منافی نہیں ۔

راقم آثم کہتا ہے میرے خیال میں قائلین اور مانعین آیت کے اصلی معنے سے ہنوز دُور دُور ہیں - دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ یہ آیت اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص نہیں - پس اس اتفاق کو ملحوظ رکھکر اور امت کی حالت متفاوتہ اور عام وخاص تغیرات بالخصوص علماء زمانہ کے شیونات اور منکرات ذہن نشین رکھکر آیت موصوفہ کے معنے سنئے - جو بلحاظ عموم ابتداء سے انتہا تک ہر زمانے میں صادق ہیں - بخلاف اُن معنی کے جو قائلین نے کئے اور مانعین نے تسلیم فرمائے - کیونکہ اُن معنے کے لحاظ سے دیکھا جائے تو بعد صحابہ کرام کے افراد امت کی وسطیت میں فرق آنا شروع ہوگیا تھا یہاں تک کہ بحکم فرمان نبوی ثم یفشوا

الکذب (بعد زمانہ خیر القرون جھوٹ پھیلیگا) ایسا تغیر آیا جو موجودہ زمانہ میں نظر آرہا ہے کہ بحکم نبوی یہ کہنا الناس کالابل المائۃ لاتکاد تجد راحلۃ (مشکوٰۃ تغیر الناس) بالکل بجا ہے ؎

آنچہ پرجستیم وکم دیدیم دلبسیارست و نیست
نیست جز مسلم درین عالم کہ بسیارست و نیست

غرض کہ تغیر زمانہ ایسا بدیہی ہے کہ اس کی بداہت پر مشاہدہ کے علاوہ منقولات بھی شاہد ہیں پھر یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ امت محمدیہ تا قیام قیامت وسط یعنی خیر اور افضل ہے چونکہ ظاہر آیت بداہۃ محال ہے۔ اس لئے آیت موصوفہ کے معنے جو بقرائن دیگر آیات کے صحیح معلوم ہوتے ہیں یہ ہیں کہ اس وسطیت کے موصوف درحقیقت افراد امت نہیں بلکہ دین محمدی موصوف ہے یعنی خدا نے دین محمدی کو ایسا متوسط بنایا ہے کہ نہ یہودیوں کی افراد ہے نہ عیسائیوں کی تفریط۔ یہی معنی ہیں دوسری آیات کے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ الآیۃ۔ کیونکہ خیریت اور وسطیت اتباع پر موقوف ہے نہ کہ افراد کو ذاتی طور پر حاصل۔ جب اتباع پر موقوف ہے تو خیریت اور وسطیت دراصل دین کی صفت ہوئی نہ کہ افراد امت کی۔ ان معنے سے آیت میں قیام قیامت تک عموم بھی رہتا ہے اور کسی قسم کا اشکال پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ گو افراد امت میں تغیر آچکا ہے اور آتا جاتا ہے۔ زمانہ خیریت کا نہیں رہا۔ مگر دین اور مذہب میں خیریت ہنوز اسی طرح باقی ہے جیسی کہ ابتدا میں تھی۔ پس آیت موصوفہ کو تا قیامت عام رکھکر حجیت اجماع پر حجت بنانا گو اجماع نقیضین کا قائل ہونا ہے جو کسی طرح صحیح نہیں۔ غور کیجئے کہ قائلین مستدلین کا یہ کہنا کہ اذا ثبت انھم لا یقدمون علے شئ من المحظورات (امت محمدیہ کسی قسم کی برائی کرنے کا اقدام بھی نہیں کرتی) کہاں تک واقعات صحیحہ کے مطابق ہے۔ اور غلو سے خالی اور امت کی عصمت پر مبنی ہے اسکا فیصلہ علما کرام کی رائے پر چھوڑا جاتا ہے۔ غور سے جواب دیں کہ مسلمان کبیرہ گناہ نہیں کرتے۔

تیسری دلیل حجیت اجماع پر آیت قرآنی کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ سے لائی گئی ہے جسکا جواب بھی صاحب الارشاد نے یوں دیا ہے کہ :-

> بل المراد انهم یامرون بما هو معروف فی هذہٖ الشریعة وینهون عما هو منکر فیها فالدلیل علی کون ذلك الشیٔ معروفا او منکرا هو الكتاب و السنة لا اجماعهم (ارشاد الفحول ۷۳)

اس آیت میں مراد یہی کہ مسلمان اُن کاموں کا حکم کرتے ہیں جو اس شریعت میں نیک ہیں اور ان کاموں سے منع کرتے ہیں جو اس شریعت میں بد ہیں پس اُس کام کے نیک یا بد ہونے پر دلیل قرآن و حدیث ہے انکا اجماع دلیل نہیں"

ہماری معروضہ بالا تقریر کو صاحب "ارشاد الفحول" کے جواب کے ساتھ ملایا جائیگا تو مطلب اور بھی واضح ہو جائیگا کہ خیریت افراد بلحاظ اتباع دین ہی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل میں خیریت دین کی صفت ہے نہ افراد کی کیونکہ افراد میں تغیر کثیر ہے دین میں نہیں۔

بعض احباب کرام نے مجھے اس آیت کیطرف توجہ دلائی ہے وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ جسکا مطلب وہ یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام (مہاجرین اور انصار) کی تابعداری پر رضاء الٰہی کا وعدہ ہے تو ثابت ہوا کہ صحابہ کا اجماع حجت ہے مگر وہ اس آیت میں (بِاِحْسَانٍ) کا لفظ غور ملاحظہ نہیں فرماتے۔ احسان کی تفسیر حدیث شریف سے حاصل کی جائے تو مطلب بالکل صاف ہے۔ حدیث جبرئیل مشہور ہے جس میں احسان کی تفسیر یوں آئی ہے تعبد الله کانك تراہ جسکا مطلب کمال اخلاص ہے۔ پس بامیار حدیث آیت کے معنے یہ ہوئے کہ جو لوگ اعمال صالحہ میں صحابہ کرام کی طرح اخلاص مندی اختیار کرینگے گو وہ صحابہ کرام میں شمار نہ ہوں تاہم رضاء الٰہی کی سند بالفاظ (رَضِیَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ)[1] انکو بھی ملجائیگی چنانچہ تفسیر جلالین میں اس آیت کی تفسیر میں صرف اتنا لکھا ہے (باحسان فی العمل) فی العمل متعلق احسان کے ہی معنے وہی ہیں جو میں نے عرض کئے۔ تفسیر خازن میں ایک قول ہے:-

هم الذین سلکوا سبیل المهاجرین والانصار فی الایمان والهجرة و النصرة الی یوم القیمة (جلد ۲ صفحہ ۲۶)

[1] خدا اُن سے راضی وہ خدا سے راضی ۱۲

یعنی اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو مہاجرین اور انصار کی چال پر چلے (کما ہے میں؟)
ایمان میں۔ ہجرت کرنے میں۔ دین کی مدد کرنے میں قیامت تک۔

بعینہ یہی مضمون تفسیر معالم التنزیل میں بھی ہے۔

ام التفاسیر تفسیر ابن جریر میں ہے۔

هم الذين اسلموا لله اسلامهم وسلكوا منهاجهم في الهجرة و
النصرة واعمال الخير (جزو ۱۱ صلا)

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو صحابہ کرام کی طرح کامل اسلام لائے اور ہجرت۔ نصرت دین اور اعمال میں اُن کی روش پر پورے چلے "

اسی طرح اور بھی کئی ایک تفسیروں میں یہ ثبوت ملتا ہے کہ اس اتباع سے مراد وہ نہیں کہ اُنکا اجماع سند ھے بلکہ یہ ہے کہ اُن کی طرح نیک کام کریں۔ اس سے کس کو انکار ھے۔ غرض یہ آیت بھی اجماع پر حجت نہیں ہو سکی۔

انہی بعض احباب کرام نے مجھے ایک اور آیت پر بھی توجہ دلائی جو یہ ہے وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَىَّ یعنی جو منیب خدا کی طرف جھکا ہو اُسکا اتباع کرو" فرماتے ہیں جماعت صحابہ تو بالیقین منیب الی اللہ تھی پس اُنکا اجماع حجت ہوا۔ میں عرض کرتا ہوں۔ مَنْ أَنَابَ میں مَنْ تو عام ہے۔ پہلا درجہ اسکا یہ ہے کہ ہر ایک فرد صحابی کا قول بھی حجت ہو۔ حالانکہ آپ ایسا نہیں مانتے۔ پھر تابعی کا قول بھی حجت ہو۔ پھر ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کا قول حجت ہو کیونکہ یہ سب منیب الی اللہ تھے۔ حالانکہ قول الصحابی لیس بحجة محدثین کا اصول ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے خود ہی اس آیت کے عموم کو چھوڑ دیا۔ بات اصل یہ ہے کہ اس آیت میں بھی انابت الی اللہ منظور نظر ہے یعنی جو کوئی ایسا کام کرے جو انابت الی اللہ کی قسم کا ہو اُس کی تابعداری کرو۔ لیکن اُس کام کا ایسا ہونا یا نہ ہونا یہ الگ دلیل شرعی سے سمجھا جائیگا محض اُس کے کرنے سے نہیں۔ اجماع کی صورت میں تو نفس اجماع مثبت حسن ہوتا ہے نہ اور بس؛

اسی طرح کی اور بھی بعض وجوہات بعض احباب کرام نے میرے سامنے پیش کیں جنہیں سے ایک بھی حجت ناطقہ نہیں بن سکتی۔

یہ تو میں عرض کر آیا ہوں کہ اس مسئلہ میں قائلین اور مانعین دو گروہ ہیں حسب قاعدہ البینۃ علے المدعی قائلین کو دلیل شرعی آیت یا حدیث کی ضرورت ہے جو اُن کو آجتک نہیں ملی نہ آئندہ کو امید ہے۔

منجملہ استدلالات کے قائلین کی دلیل ایک حدیث بھی ہے جو سابقہ دلائل سے کسی قدر واضح ہے۔ وہ دلیل معہ وجہ استدلال علامہ شوکانی کے الفاظ میں یوں ہے:-

من جملة ما استدلوا به من السنة ما اخرجه الطبرانی فی الکبیر من حدیث ابن عمر عنه صلے الله علیه وسلم انه قال لن تجتمع امتی علے الضلالة تقریر الاستدلال بهذا الحدیث ان عمومه ینفی وجود الضلالة والخطا ضلالة فلا یجوز الاجماع علیه فیکون ما اجمعوا علیه حقا ۔ ویجاب عن ذلك بان غایة ما فیه انه صلے الله علیه وآله وسلم اخبر عن طائفة من امة بانهم یتمسکون بما هو الحق ویظهرون علی غیرهم فاین هذا من محل النزاع (ارشاد صفحہ ۷۴)

آں حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہ ہوگی تقریر اس دلیل کی یہی کہ اس حدیث نے ساری امت سے گمراہی کو منفی کیا خطا بھی ایک قسم کی گمراہی ہے اس لئے اُس پر اجماع ہونا جائز نہیں پس جس امر پر اجماع ہوگا وہ حق ہوگا"

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:-

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ اس سے جو ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ آنحضرت نے خبر دی ہے کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہیگی۔ بھلا اس کو محل نزاع (حجیت اجماع) سے کیا تعلق؟

راقم آثم کہتا ہے اس حدیث کے استدلال کا علامہ شوکانی نے جو جواب دیا ہے وہ تو حدیث کے منطوق پر مبنی ہے مگر قائلین مستدلین اس کے مفہوم سے نتیجہ نکالتے ہیں اس لئے میں اس کے متعلق ایک اور جواب عرض کرتا ہوں۔

اہل میزان کا اتفاق ہے کہ ضروریہ کی نقیض ممکنہ ہے اور دائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے۔ ٹھیک اسی طرح ضلالت کی نقیض ہے عدم ضلالت اور عدم ضلالت کے مورد ہیں فرض۔ واجب۔ سنت۔ مستحب اور مباح۔ لیکن اہل میزان (منطق) کی قاعدہ سے ضلالت کی نقیض مباح ہونی چاہئے جیسی ضروریہ کی نقیض ممکنہ بتلاتے ہیں پس معنی حدیث کے تو وہی ہیں جو علامہ شوکانی نے بتلائے ہیں۔ نتیجہ اسکا یہ ہوگا یا ہوسکتا ہے کہ کسی زمانہ میں امت محمدیہ کسی امر پر حقیقی اجماع کرلے تو وہ امر بے شک نقیض ضلالت یعنی مباح ہوگا اس سے بھی قائلین اجماع کا اصل مدعا (وجوب اتباع اجماع) ثابت ہوا ہاں یہ ثابت ہوا کہ جس امر پر اجماع ہو وہ ضلالت (موجب گناہ) نہیں بلکہ مباح ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کی ایک مثال بھی دوں۔

مثلاً کسی آیت کی تفسیر کے متعلق ثابت ہوجائے کہ سلف سے خلف تک سب متفق ہیں اور ایک ہی معنی کرتے ہیں (جو ایک محال مثال ہے) تاہم آج کسی شخص کو بپابندی قواعد علوم عربیہ کوئی نئی تفسیر معلوم ہو تو کرسکتا ہے۔ سابقہ اجماعی تفسیر ایسا کرنے سے اس کو روک نہیں سکتی۔ کیونکہ سابقہ تفسیر میں بلحاظ اجماع کچھ ثابت ہوا ہے تو صحت ثابت ہوئی ہے ایک صحیح توجیہ دوسری صحیح توجیہ کے مانع نہیں۔

ممکنہ عامہ۔ ممکنہ عامہ کی اور مطلقہ عامہ۔ مطلقہ عامہ کی نقیض نہیں ہوسکتا۔ فتدبر۔

علامہ "شوکانی" نوابصاحب بھوپال وغیرہ چونکہ اجماع کے منکر ہیں اس لئے وہ بطور فیصلہ لکھتے ہیں:۔

کتاب اللہ و سنت رسولہ موجودان بین اظہرنا دق، وصف اللہ سبحانہ کتابہ بقولہ (وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ) فلا یرجع فی تبیین الاحکام الا الیہ وقولہ سبحانہ (فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ)

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سامنے موجود ہیں خدا نے اپنی کتاب کی ان لفظوں میں تعریف کی ہے کہ اسمیں سب چیزوں کا بیان ہے۔ پس بوقت بیان احکام قرآن کیطرف رجوع ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے نزاع کیوقت اللہ اور رسول کیطرف رجوع کرو

والرد الی اللہ الرد الیٰ کتابہ والرد الی الرسول الرد الیٰ سنتہ والحاصل انک اذا تدبرت ما ذکرنا فی ھٰذہ المقامات وعرفت ذلک حق معرفتہ تبین لک ما ھو الحق الذی لا شک فیہ ولا شبھۃ (ارشاد صلا)

اللہ کی طرف رجوع اُس کی کتاب کی طرف ہے اور رسول کی طرف رجوع اُس کی سنت کی طرف ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اِن مقامات پر غور کرو گے اور اچھی طرح سمجھ جاؤ گے تو تمہیں اصل حق الیقین معلوم ہو جائیگا جسمیں کوئی شک و شبہ نہیں۔"

نواب صاحب بھوپال رحمہ اللہ لکھتے ہیں:-

ولو سلمنا جمیع ما ذکرہ القائلون بحجیۃ الاجماع وامکانہ وامکان العلم بہ فغائۃ ما یلزم من ذلک ان یکون ما اجمعوا علیہ حقا ولا یلزم من کون الشیٔ حقا وجوب اتباعہ کما قالوا ان کل مجتہد مصیب ولا یجب علیٰ مجتہد اٰخر اتباعہ فی ذلک الاجتہاد (حصول المامول صلا)

"اگر ہم قائلین اجماع کے سب دلائل مان لیں تو غائت سو غایت یہ بات ثابت ہوگی کہ جس بات پر یہ لوگ اجماع کریں وہ حق ہوگا اور کسی شئے کے حق ہونے سے اُسکا واجب الاتباع ہونا لازم نہیں آتا چنانچہ علماء اصول خود کہتے ہیں کہ ہر ایک مجتہد مصیب ہے حالانکہ اُس اجتہاد میں دوسری مجتہد پر اُسکا اتباع واجب نہیں۔"

راقم آثم کہتا ہے کہ یہ تو ہے اکابر علماء کا اختلاف اور فیصلہ۔ مگر میں کہتا ہوں کہ گو اجماع کی حجیت پر کوئی دلیل قرآنی یا حدیثی ناطق نہیں تاہم جس کام پر امت کا حقیقی اجماع ہو میری وجدانی رائے ہے کہ خدا کے ہاں اُس میں مصلحت ہوتی ہے۔ گو وہ حجت شرعی نہیں۔ جس کے خلاف کرنے سے انسان خدا کے ہاں ایسا گنہگار سمجھا جائے جیسا قرآن کے خلاف پر عاصی ٹھہرتا ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ مصلحت الٰہی اُس میں ضرور ہوگی۔ یہی معنے ہیں حدیث کے لن تجتمع امتی علی الضلالۃ ہاں اگر وہ امر سیاسی ہے جیسے نصب خلیفہ۔ تو ایسے امور میں اجماع بلکہ کثرت بھی حجت ہے۔ کیونکہ امور سیاسیہ اور انتظامیہ کے متعلق خدائے تعالیٰ نے مسلمانوں کو عام طور پر

ارشاد فرمایا ہے کہ شوریٰ سے کام کیا کریں۔ سُنئے! (اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ)

نتیجہ | اسکا یہ ہوا کہ اجماع کی حجیت پر اجماع نہیں مسئلہ مختلف فیہ ہے اور اختلاف کی صورت میں خدا اور رسول کے حکم سے فیصلہ کرانیکا حکم ہے تو اس کے لئے قرآن و حدیث میں بھی کوئی دلیل ناطق نہیں۔ فافہم وتدبر ولاتکن من القاصرین۔

غالباً اسی لئے علامہ شامی کہتے ہیں۔ اجماع کا منکر مطلق کافر نہیں (ملاحظہ ہو رد المحتار مصری جلد ۳ صفحہ ۲۹۳)

امام رازی نے اجماع کے برخلاف معقولی دلائل بھی دی ہیں جنکو علامہ "شوکانی" نے اپنی تائید میں نقل کیا ہے۔ منجملہ ایک یہ ہے فرماتے ہیں:۔

(الاول) ان کل واحد من الامۃ جاز الخطاء علیہ فوجب جوازہ علی الکل کما انہ لما کان کل واحد من الزنج اسود کان الکل اسود (ارشاد الفحول ص۷۲)

امت کے ہر ایک آدمی سے خطا ممکن الوقوع ہے تو سب سے بھی ممکن ہے جیسے یہ کہا جائے کہ ہر ایک حبشی سیاہ ہے تو سب حبشی بھی سیاہ ہونگے"

اظہار تعجب | مسئلہ اجماع کے متعلق جس قدر اختلاف ہے کسی اور اصولی مسئلہ میں شائد ہی ہوگا (۱) اس کے امکان میں (۲) وقوع میں (۳) شرائط میں (۴) ماہیت میں (۵) ارکان میں (۶) اہل بدعت کے شمول میں (۷) اس کے مستند میں۔ (۸) حجیت میں (۹) اس امر میں کہ پہلا اجماع پچھلے اجماع کے ساتھ کیا نسبت رکھتا ہے وغیرہ جنکا ذکر کتب اصول میں عام اور ارشاد الفحول میں خاص طور پر ملتا ہے۔ اہل علم خود ملاحظہ کرکے انصاف فرماویں۔ کہ ایسا مسئلہ جس کے کسی پہلو پر بھی نہ کوئی دلیل نقلی صریح ناطق ہو نہ اتفاق قومی ہو۔ اُس کو مدار ایمان اور مدار اسلام بنانا کہاں تک صحیح ہوسکتا ہے۔ الی اللہ المشتکی۔

اجماع سکوتی | یعنی ایسی صورت کہ چند افراد سلف سے کوئی بات مروی ہو اور اسکا خلاف مروی نہ ہو۔ اُس کو اجماع سکوتی کہتے ہیں اس کے متعلق علماء کے دس قول ہیں۔ جو "ارشاد الفحول" میں منقول ہیں۔ کوئی تو اسکو بھی اجماع کہتا ہے

کوئی اس سے منکر ہے۔ کوئی اس کو اجماع تو نہیں مگر حجت شرعی کہتا ہے۔ کوئی دونوں سے منکر ہے۔ ہمیں اس اختلاف میں فیصلہ کرنا مقصود نہیں بلکہ قائلین کی دلیل مع جوابات کے بتلانا مطلوب ہے۔ کیونکہ اختلاف کی صورت میں بحکم (فَرُدُّوْهُ اِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ) ہم مامور ہیں کہ خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیصلہ کرائیں اسلئے ضروری ہے کہ مختلف فیہ مسائل میں قرآن وحدیث کی طرف رجوع ہو ؛

اس دعوی پر (کہ اجماع سکوتی اجماع یا حجت ہے) قائلین کی دلیل علامہ شوکانی کے الفاظ میں یہ ہے :۔

استدل القائلون بهذا القول بان سكوتهم ظاهر في الموافقة اذ يبعد سكوت الكل مع اعتقاد المخالفة عادة فكان ذلك محصلا للظن بالاتفاق (ارشاد صفحہ ۷۹)	غیر قائلین کا سکوت کرنا بظاہر موافقت کی دلیل ہے کیونکہ تمام قوم کا سکوت باوجود مخالف اعتقاد کے بعید ہے۔ پس اس سے بالاتفاق گمان ہوتا ہے کہ وہ موافق ہیں"

اس دلیل سے صاف ظاہر ہے کہ خود مستدل بھی اسکو حقیقی اجماع کے درجہ پر نہیں جانتے بلکہ محض ظنی سمجھتے ہیں۔ دراصل یہ دلیل عدم علم پر مبنی ہے کیونکہ غیر قائلین کے سکوت کی وجہ چونکہ معلوم نہیں ہوئی اس لئے گمان ہوتا ہے کہ یہ قول اُنکو تسلیم ہوگا۔ اسکا جواب مانعین کی طرف سے یہ دیا گیا ہے جو "قاضی شوکانی" کے الفاظ میں نقل ہے کہ :۔

اجيب باحتمال ان يكون سكوت من سكت عن الانكار لتعارض الادلة عنده اولعدم حصول ما يفيده الاجتهاد فى تلك الحادثة اثباتا او نفيا او الخوف على نفسه اونحو ذلك من الاحتمالات (ارشاد صفحہ ۷۹)	ممکن ہے چپ رہنے والوں کا سکوت اسلئے ہو کہ اُنکے نزدیک دلائل متعارض ہوں یا اس واقعہ خاص میں اُن کے اجتہاد نے فائدہ طمانیت دیا ہو۔ نہ نفی کی صورت میں نہ اثبات میں (غرض یہ کہ وہ اس امر میں متردد ہوں یہ واقعہ تو دیکھا گیا ہے) یا اُنکو اپنے نفس کی تکلیف کا کچھ خوف ہو یا کچھ اور"

کتاب توضیح میں ہے کہ :-

تقلید الصحابی فیما لا یعلم اتفاقہم ولا اختلافہم عند الشافعی لا یجب لانہ لما لم یرفعہ لا یحمل علی السماع وفی الاجتہاد ہم وسائر المجتہدین سواء (توضیح)	جس امر میں صحابہ سے اتفاق یا اختلاف معلوم نہ ہو۔ اس میں امام شافعی کے نزدیک صحابہ کی تقلید واجب نہیں۔ کیونکہ صحابی نے جب اپنے قول کو آنحضرت کا حکم نہیں بتلایا تو حکم نبوی نہ سمجھا جائیگا۔ بلکہ انکا اجتہاد رہیگا اور اجتہاد میں وہ اور دیگر مجتہدین برابر ہیں"

نوٹ :- کیسا سنہرہ آزاد اصول ہے امام شافعی کے اس قول سے ثابت ہے کہ وہ درجہ علم میں سب امت کو برابر جانتے تھے۔ صحبت کی حیثیت سے صحابہ بے شک افضل تھے۔

ہمارے ملک کے مشہور اہل قلم عالم مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی (مرحوم) بھی اسی اصول (شافعی) کے قائل ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ضمیمہ سفیر ہند مورخہ یکم جنوری ۱۸۷۸ء میں توضیح کی یہ عبارت اپنے دعوے پر نقل کی ہے جس سے غرض ان کی وہی ہے جو میری اس موقعہ پر ہے۔

(ساری عبارت ان کی اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۱۲ء میں نقل ہے - یہاں اس کی حاجت نہیں) -

راقم آثم کہتا ہے یہ جواب بھی اس صورت میں ہے جب یہ معلوم ہو کہ غیر قائلین کو وہ قول پہونچا بھی ہے لیکن جس صورت میں یہ علم بھی نہ ہو۔ جیسا کہ ہماری بعض معاصرین علماء کہتے ہیں کہ جس قول کا خلاف مروی ہو کر ہمیں نہ پہونچا ہو اس سے یہ مطلب نہیں کہ اس زمانہ کے غیر قائلین کو پہونچا یا نہیں تو اس صورت میں مسئلہ دو عدم علموں پر مبنی ہوگا۔ عدم علم اول و عدم وصول ثانی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کوئی اہل علم اسکی تائید کریگا۔

قاضی شوکانی کے جواب کے علاوہ میں کہتا ہوں کہ سکوتی اجماع میں غیر قائلین کا قائلین بنانا دلیل لزوم سے ثابت کیا جاتا ہے حقیقی اجماع میں تمام ارکان اجماع کے

حقیقتہً قائل ہوتے ہیں ان دونوں میں فرق بیّن ہے تو جس صورت میں حقیقی اجماع کی حجیت میں اتفاق نہیں نہ کوئی دلیل قرآن وحدیث سے اُس کی مؤید ہے۔ تو اجماع سکوتی کی بابت یہ کہنا بالکل بجا ہے ؎ قیاس کن زگلستانِ من بہارمرا۔

اختلافی اقوال اس کے متعلق علامہ شوکانی لکھتے ہیں:۔

اذا اختلف اہل العصر فی مسئلۃ علیٰ قولین فھل یجوز لمن بعدھم احداث قول ثالث اختلفوا فی ذٰلک علیٰ اقوال الاول المنع مطلقاً۔ الثانی الجواز مطلقاً۔ الثالث والتفصیل (ارشاد ص۸۲)	جب کسی زمانہ کے لوگ کسی مسئلہ میں دو یا چند اقوال میں مختلف ہوں تو پچھلے لوگوں کو تیسرا قول نکالنا جائز ہے یا نہیں اس میں علماء اصول کا اختلاف ہے۔ پہلا قول تو منع کا ہے دوسرا قول جواز کا ہے تیسرا تفصیل طلب۔

اس مسئلہ کو بھی بیرونی قوت پہونچا کر اجماع کی صورت پہنائی جاتی ہے۔ چنانچہ "نور الانوار" کے الفاظ میں اسکا اظہار یوں کیا جاتا ہے:۔

والامۃ اذا اختلفوا فی مسئلۃ فی ای عصر علیٰ اقوال کان اجماعاً منھم علیٰ ان ما عداھا باطل (نور الانوار صفحہ ۲۲۳)	امت محمدیہ کا جب کسی زمانہ میں کسی مسئلہ میں چند اقوال پر اختلاف ہوا ہو تو یہ اختلاف گویا اجماع ہے اس بات پر کہ ان اقوال کے علاوہ کوئی اور قول پیدا کرنا باطل ہے"

اس دعوے پر علماء اصول کو خود ہی اندیشہ پیدا ہوا ہے چنانچہ صاحب "نور الانوار" اس اندیشہ کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

یرد علیہ انہ ان ارید بالاختلاف الاختلاف مشافھۃً فی زمان واحد فینبغی ان یکون مذھب الشافعی و احمد بن حنبل باطلا حین اختلف ابوحنیفۃ مع مالک فی زمان واحد	اس منع پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر اختلاف سابق سے مراد ایک زمانہ کا اختلاف ہے تو ضرور ہے کہ امام شافعی اور احمد حنبل کا مذہب غلط ہو۔ کیونکہ سابق میں امام ابوحنیفہ اور مالک کا اختلاف ایک زمانہ میں ہو چکا تھا پھر تو

ام لا فكيف لا يعتبر
اختلافنا كما اعتبر
اختلاف الشافعي واحمد
بن حنبل والجواب عنه
صعب
نور الانوار ص۲۲۳)

دونوں ان سے الگ کیوں ہوئی اور اگر اختلاف سابق سے مراد عام ہے کہ ایک زمانہ میں ہو یا ایک میں نہ ہو بلکہ مختلف اوقات میں ہو تو جس طرح امام شافعی و احمد حنبل کا اختلاف معتبر ہوا ہمارا کیوں نہ ہو، یہ سوال لکھکر مصنف "نور الانوار" لکھتے ہیں اسکا جواب بہت مشکل ہے"

راقم آثم کہتا ہے یہ اجماع بھی دراصل مصنوعی ہے جبکہ حقیقی اجماع پر کوئی دلیل قائم نہیں تو اس پر کیا ہوگی۔

کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ ایک زمانہ کے چند علما باہمی مختلف ہوتے ہیں انکو تو اختلاف کرنیکا حق حاصل ہو۔ مگر پچھلے آنیوالوں کا حق زائل۔ اینچہ بوالعجبی ست معاصرین مجوزین کو جن حوالجات سے اشتباہ ہوا ہے۔ انکا ذکر کرنا بھی مناسب ہے۔

حضرت استاد الہند شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ "حجۃ اللہ" میں فرماتے ہیں:

واذا فرغوا جهدهم في تتبع الاحاديث ولم يجدوا في المسئلة حديثا اخذوا باقوال جماعة من الصحابة والتابعين (حجۃ اللہ مصری جلد ۱ ص ۱۴۸)

زمانہ سلف میں دستور تھا کہ کوئی مسئلہ اگر حدیث میں نہ ملتا تو اقوال صحابہ اور تابعین کو لیتے"

اس حوالہ سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ ہوتا ہے کہ زمانہ سلف میں ایسا کیا جاتا تھا کہ درصورت آیت حدیث نہ ملنے کے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تابعین کے اقوال پر عمل کرتے تھے۔ اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہم بھی بتصریح اظہار کرتے ہیں کہ ہماری بلکہ جملہ متاخرین کے محض اقوال سے صحابہ کے محض اقوال کو ترجیح ہے اور بے شک ترجیح ہے اس سے کسی کو خصوصًا ہم کو انکار نہیں۔ انکار تو اس سے ہے کہ وہ حجت شرعی نہیں نہ متفردًا نہ اجماعًا نہ متفرقًا۔ چنانچہ اس کی مفصل بحث اوپر ہو چکی ہے۔ پس ہمارا عقیدہ ہے کہ صحابہ تابعین وغیرہ سلف کے محض اقوال بھی ہماری محض خیال اور مقال سے مقدم ہیں۔ دلیل

کسی جانب ہو تو دلیل کی جانب راجح ہوگی حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی "اعلام الموقعین" میں اسی عنوان سے فصل مقرر کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

فصل فی جواز الفتوی بالآثار السلفیۃ والفتاوی الصحابۃ وانہا اولی بالاخذ بہا من آراء المتاخرین (جلد ۲ صفحہ ۲۱۶)	"یعنی آثار صحابہ پر فتوے دینا جائز ہے اور وہ متاخرین کے اقوال سے اولےٰ ہیں"

مختصر یہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو منصب نبوت حاصل نہیں اور وجوب اطاعت منصب نبوت پر متفرع ہے ہاں نبی جس کی اطاعت کا حکم کرے وہ بھی اس میں داخل ہے مگر کوئی آیت یا حدیث وجوب اتباع اجماع حقیقی یا سکوتی یا جمہوری کے لئے نہیں آئی۔

اس دعوےٰ کو زیادہ صاف سمجھنا ہو تو محدثین کا سنہرہ اصول دیکھیں جو کہا کرتے ہیں الموقوف لیس بحجۃ (مقدمہ مشکوٰۃ شریف۔ مقدمہ ترمذی۔ شرح نخبہ مقدمہ ابن الصلاح مقدمہ مسلم للنووی۔ نیل الاوطار وغیرہ)

اس موقع پر ایک حدیث یاد آئی ہے جسکا ذکر کرنا بھی فائدہ سے خالی نہیں وہ حدیث یہ ہے کہ حضور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم	"میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں تم جسکی اقتدا کروگے ہدائیت پا جاؤ گے"

اس حدیث کی نسبت گو علماء محدثین نے سخت ضعف کا حکم لگایا ہے ملاحظہ ہو اعلام الموقعین وغیرہ مگر خاکسار راقم کے خیال میں یہ حدیث بلحاظ معنے بہت صحیح ہے کیونکہ حکماء نے کہا ہے کہ ستاروں میں روشنی اصلی نہیں بلکہ اُن کی روشنی کا منبع سورج ہے "نور القمر مستفاد من نور الشمس" عام زبان زد مقولہ ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں میری اصحاب مجھ سے نور ہدائیت حاصل کرنے میں ستاروں کی طرح ہیں۔ جس کسی کے پاس کوئی روائیت کسی صحابی کی معرفت میری موجود ہو جو کوئی اُس کی پیروی کریگا وہ ہدائیت پا دیگا۔

اِس حدیث میں ضمناً اشارہ اِس بات کا ملتا ہے کہ صحابی جس قسم کی کوئی مرفوع روائیت بیان کرتا اُس کو تسلیم مع تکمیل کرنیوالا ہدایت یاب ہوگا۔ نہ یہ کہ صحابی کا اپنا موقوف قول واجب العمل ہے اِس لئے کہ بحکم "نور القمر مستفاد من نور الشمس" صرف روائیت مرفوعہ ہی اس کی مثال ہوسکتی ہے کیونکہ اُسی کا نور آفتاب رسالت سے نکلکر صحابی کو نجوم کی طرح چمکانے کا باعث بنا ہے پس ہم مانتے ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ احادیث مرفوعہ جس جس صحابی سے روائیت ہوئی ہیں اُن میں سے بعد ثبوت صحت کوئی کسی روائیت پر عمل کرلیگا تو بحکم حدیث مذکور خدا کے ہاں ہدایت یاب ہوگا انشاءاللہ ؛

واقعاتِ صحابہ کرام کو بغور دیکھا جائے تو یہ معنے بخوبی ذہن نشین ہو سکتے ہیں صحابہ کرام کے مابین جب کبھی کسی امر میں اختلاف ہوتا تو اُسکا فیصلہ کس طرح ہوتا تھا یہی ایک بات ضروری قابل غور ہے۔ پہلا اختلاف انتخاب خلیفہ کے وقت پیدا ہؤا تھا جسمیں زبانی باتوں پر تو فیصلہ نہ ہؤا۔ آخر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرفوع حدیث سُنائی الائمۃ من القریش۔ اسپر سب نے گردن جھکا دی۔ اسی طرح کئی ایک واقعات ملتے ہیں جن میں صحابہ کرام ایک دوسرے کی محض رائے اور اجتہاد کو اپنے پر حجت اور فیصلہ کن دلیل نہ جانتا تھا۔ جب تک دوسرا فریق مرفوع حدیث نہ بتلاتا۔ اِس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اِس حدیث (کالنجوم) کے معنے یہی سمجھتے تھے کہ مرفوع حدیث کے بیان کرنے میں صحابہ مثل ستاروں کے ہیں۔ اپنے اجتہادات اور ذاتی مقالات میں نہیں۔ اِس کی مثالیں بے انتہا ہیں۔ والعلم عند اللہ۔ سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا ؛

تمت بالخیر

کتب خانہ ثنائی امرتسر کی مختصر فہرست کتب

(قادیانی مشن)

شہادۃ القرآن ۔ اثبات حیات مسیح میں بےنظیر کتاب حصہ اول ۱۴ر حصہ دوم ۸ر، دونوں کے خریدار سے محصول ڈاک معاف۔

الہامات مرزا ۔ الہاموں کی کافی تردید ۱۲ر

مرقع قادیانی ۔ مرزا صاحب قادیانی کی تردید ۶ر

تاریخ مرزا ۔ ۸ر ۔ **فتح ربانی** ۔ ۶ر

نکاح مرزا ۔ آسمانی نکاح مرزا کی تفصیل ۲ر

شاہ انگلستان اور مرزا قادیان ۲ر

فاتح قادیان ۔ مرزا صاحب کے آخری فیصلہ پر مفصل الہامی مباحثہ لودھیانہ ۔ ۔ ۶ر

فسخ نکاح مرزائیاں ۔ متفقہ فتوےٰ علمائے اسلام ۔ ۔ ۔ ۲ر

عقائد مرزا ۔ مفید رسالہ ۔ ۔ ار

شہادات مرزا ۔ مرزائی تردید ۔ ۴ر

قادیانی مباحثہ دکن ۲ر

الخبر الصحیح ۔ قبر مسیح کی تحقیق ۔ ۲ر

(آریہ مشن)

حق پرکاش ۔ بجواب ستیارتھ پرکاش ۸ر

ترک اسلام ۔ دھرمپال کے ترک کا جواب ۱۲ر

الہامی کتاب ۔ قرآن کے الہامی ہونیکا ثبوت ۸ر

بحث تناسخ ۔ تناسخ پر مکمل بحث ۔ ۴ر

ثمرات تناسخ ۔ تناسخ کے نتائج ۔ ۶ر

حدوث وید ۔ ویدوں کی قدامت کا رد اور حدوث کا ثبوت ۔ ۔ ۔ ۲ر

حدوث دنیا ۔ دنیا کے حدوث کا ثبوت ۳ر

الہام ۔ الہام پر بحث ۔ ۔ ۲ر

شادی بیوگان اور نیوگ ۔ ۲ر

مناظرہ خورجہ ۔ خورجہ کی مصدقہ بحث آریوں سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۴ر

مناظرہ جبلپور ۔ آریوں سے ۔ ۴ر

القرآن العظیم ۔ قرآن اور وید کا مقابلہ ۳ر

تبر اسلام ۔ بجواب نخل اسلام دھرمپال ۶ر

جہاد وید ۔ ویدوں سے جہاد کا ثبوت ۴ر

مباحثہ گوشت خوری ۔ ۔ ۔ ۶ر

مقدس رسول ۔ آریوں کے زہریلے رسالہ رنگیلا رسول کا مدلل جواب ۔ ۔ ۱۰ر

(متعلقہ اہلحدیث)

اہل حدیث کا مذہب ۔ اہل حدیث کے مسائل کا بیان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۸ر

تقلید شخصی و سلفی جسمیں ثابت کیا گیا ہے کہ سلف صالحین صرف قرآن و حدیث کو نصب العین بناتے تھے ۷ر

حدیث نبوی اور تقلید شخصی۔ دونوں مضامین پر دلچسپ بحث۔ ۴ر

علم الفقہ۔ مسائل فقہ کی تنقید ۳ر

آمین رفع یدین۔ دونوں مسئلوں کا ثبوت ۴ر

فتوحات اہلحدیث۔ ہائی کورٹوں کے فیصلہ جات بحق اہل حدیث ۸ر

اجتہاد و تقلید۔ دونوں مسائل پر مفصل اور دلچسپ بحث۔ ۸ر

(متعلقہ عام اہل اسلام)

تعلیم القرآن۔ بالاجمال قرآن شریف کی تعلیم کا بیان ۲ر

قرآن اور دیگر کتب۔ مقابلہ دکھایا ہے ۲ر

اسلامی تاریخ۔ حضورؐ کے حالات بطرز حکایات ۳ر

خصائل النبی۔ ترجمہ شمائل ترمذی ۲ر

السلام علیکم۔ اسلامی سلام کے احکام ۲ر

ہدایت الزوجین۔ بیوی خاوند کے احکام نکاح و طلاق کے مسائل۔ ۲ر

کلمۂ طیبہ۔ کلمۂ شریف کی تفسیر ... ۲ر

توحید و تثلیث۔ دونوں مضامین ۳ر

حضرت محمد رشی۔ وید۔ انجیل اور توریت سے نبوت کا ثبوت ۳ر

فقہ اور فقیہ۔ فقہ، اصول فقہ اور فقیہ پر بحث ۴ر

ادب العرب۔ عربی صرف و نحو اردو میں۔ ۸ر

رسوم اسلامیہ۔ رسوم بدعیہ کا رد ۲ر

تقابل ثلاثہ۔ توریت۔ انجیل اور قرآن کا مقابلہ عہ۸ر

دلیل الفرقان۔ اہل قرآن کے رسالہ متعلقہ نماز کا مکمل جواب۔ ۴ر

ام القریٰ۔ مکہ معظمہ کی فضیلت ۸ر

خلافت محمدیہ۔ شیعوں کی تردید میں لاجواب رسالہ۔ ۸ر

عصمت النبی۔ آنحضرت کی پاکدامنی کا مکمل ثبوت ۲ر

عزت کی زندگی۔ وہ احکام جن سے عزت کی زندگی حاصل ہو۔ ۲ر

میل ملاپ۔ اتحاد کا سبق دینے والا رسالہ ۴ر

لغات القرآن۔ جملہ الفاظ قرآنی کی تحقیق انیق۔ عہ۸ر

البرہان العجاب۔ سورہ فاتحہ خلف امام کی تائید۔ ۸ر

کتاب الروح۔ اسمیں روح انسانی کے متعلق عجیب و غریب معلومات درج ہیں سہ۸ر

ازواج النبی۔ آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات کے حالات پاکیزہ۔ ۱۲ر

ملنے کا پتہ

منیجر دفتر اخبار اہل حدیث امرتسر (پنجاب)